ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

دسمبر 2007ء بمطابق ذی القعد 1428ھ

[illegible]

قرآن مجید کی جمالیاتی تفسیر تبصرہ سے ایک اقتباس

نعت شریف

رحمتِ عالم محمد سرورِ ذی جاہ ہیں
کل رموزِ کن فکاں سے آپ ہی آگاہ ہیں

جس قدر دنیا میں آئے مردِ حق آگاہ ہیں
مخزنِ عرفانیت ہیں عارفِ باللہ ہیں

آپ کے خدام نے پائی صراطِ مستقیم!
جو نہیں کرتے ہیں عظمت آپ کی گمراہ ہیں

کاش لگ جائے قدومِ ناز کی ٹھوکر کوئی
اے خرامِ ناز ہم بھی مثلِ سنگِ راہ ہیں

ان کے دیوانوں کی مت پوچھو کہ ہیں کس حال میں
بے خودی میں بھی رموزِ ذات سے آگاہ ہیں

دیدنی ہے خادمانِ سرورِ عالم کی ذات
کوئی عالم ہو غمِ دوراں سے بے پرواہ ہیں

''فقروفاقہ'' کی اگر پوچھو تو یہ اعجاز ہے
اس فقیری میں بھی آقا دو جہاں کے شاہ ہیں

ان کی منزل طور تھی اور ان کی منزل ہے دنیٰ
وہ کلیم اللہ تھے اور یہ حبیب اللہ ہیں

یاد سرور میں جو اے مختار آنسو ہیں رواں
یہ وہ موتی ہیں یقیناً جو مرے دلخواہ ہیں

مختار ضیائی اجمیری

عیدِ قرباں

عید قرباں ہے غمِ دوراں کی قربانی کرو
بے دلی کی حسرت و حرماں کی قربانی کرو

جانور قربان کرنے سے نہیں چلتا ہے کام
خواہشوں کے شعلۂ رقصاں کی قربانی کرو

اب بہاروں کا تقاضا ہے جنونِ حفظِ گُل
طوق کی ، زنجیر کی ، جولاں کی قربانی کرو

آدمیت کا تقاضا ہے محبت کا چلن
راہ سے بھٹکے ہوئے ایماں کی قربانی کرو

ملک جس سے ہو رہا ہے فاقہ مست و خستہ حال
اس تعیش ، اس سرو ساماں کی قربانی کرو

اب توجہ چاہتی ہے بزمِ تہذیبِ جہاں
آرزوئے جلوۂ خوباں کی قربانی کرو

جس سے دوشیزائیں بے عصمت ہوں بیوائیں ذلیل
ان چٹورے حسرت و ارماں کی قربانی کرو

مانگتے ہیں تم سے اپنا حق جلے جھلسے مکاں
لالہ و گل ، سنبل و ریحاں کی قربانی کرو

فکرِ انساں آسمانوں تک رسا ہے آج کل
انتظارِ آمدِ جاناں کی قربانی کرو

اب دلوں کی باگ موڑو جانبِ فکر و عمل
گل رُخوں کے وعدہ و پیماں کی قربانی کرو

حوصلوں کی برف کو پگھلاؤ کرنیں ڈال کر
کیفِ جام و محفلِ رنداں کی قربانی کرو

جس کو تم سمجھے ہوئے تو حشر کا زادِ سفر
اس فریبِ عشرتِ دوراں کی قربانی کرو

دو ادیبوں کو کوئی احسان دانش کا پیام
اب ہوا و حرص کے عنواں کی قربانی کرو

احسان دانش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وطن تیری خیر ہو

پاکستان ہمارا ملک ہے۔ یہ ہمیں جان سے پیارا ہے۔ اس میں ہم آزادی کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہاں پانچ وقت مسجدوں سے اذانوں کی صدا گونجتی ہے۔ ہمارے سجدے آزاد ہیں۔ ہمارے معبد توحید کے نور سے ضوفشاں ہیں۔ یہاں عشاقِ رسول اپنے آقا کے نام کی مالا جپتے ہیں۔ یہاں کی راتیں ستاروں سے روشنی کشید کر وطن کے ماتھے پر چھڑکتی ہیں اور یہاں کے دن فلک پیر کو دعوت نظارا دیتے ہیں۔ کھیتوں میں لہلہاتی فصلیں، چمنستانوں میں رقص کرتے پھول اور پہاڑوں پر اُگے بلند و بانگ درخت فضاؤں میں ہماری آزادی اور حریت کی داستانیں رقم کرتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ ہوا افق کے رنگ سہمے سہمے دکھائی دینے لگے ہیں، ہوائیں رک رک کر چلنے لگی ہیں، حالات کو ضیق النفس کی ہچکیاں لگ رہی ہیں۔ اب کہ آزادی اور حریت کا معنیٰ و مفہوم بدل رہا ہے اللہ جانے حکمرانوں کو کیا ہوا ہے۔ ادارے تباہ ہو رہے ہیں۔ مقدس ایوانوں کو دیمک چاٹنے لگ گئی ہے۔ عدل و عدالت کا چہرہ مرجھایا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ اعتماد اور یقین کی فضا ابر آلود دکھائی دے رہی ہے۔ نگہبانوں اور محافظوں کے دستے آپس میں الجھنے والے ہیں، راہوں میں قزاق شرافت، نجابت اور وفا کی قدروں کو لوٹ رہے ہیں۔ مغربی منافقوں کی ضعیف اور ناتواں آوازیں اب بجلیوں کی طرح گرجتی چمکتی سنائی دے رہی ہیں۔ سیاست کے تخت نشینوں نے استعماری بہائم کو نجات دہندہ تصور کرنا شروع کر دیا ہے۔ علماء مایوسیوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر گوشہ نشینوں کے روپ دھارنے شروع کر رہے ہیں۔ پیران عظام گویا قبروں میں گھس چکے ہیں۔ ہم سب کو آج ہی بلکہ ابھی آزادی کا معنیٰ جان لینا چاہیئے۔ قومیں جس وقت غلام ہو جاتی ہیں زندگی بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

میں چاہوں گا کہ تمہیں وہ تصویر بتاؤں جب 1857ء میں انگریز نے مسلمانوں کے دیس میں شبخون مارا تھا تو حکومت کے اندھے اقتدار میں ظالموں نے مسجدوں اور معبدوں کو بھی نہ چھوڑا تھا اور ان وحشیوں نے مسجدوں کا جو حشر کیا تاریخ اسے اپنے اوراق میں محفوظ کیئے ہوئے ہے۔ قوم کو بکھیرا، فرقہ واریت کی چڑیلیں گلی گلی آزاد چھوڑ دیں، منبر توڑ دیئے، چٹائیاں اجاڑ دیں، شخصیات کو پائمال کر دیا۔ اپنی مرضی کے مدرسے اور یونیورسٹیاں کھول دیں۔ دہلی کی جامع جو رعنائی و زیبائی میں انفرادیت رکھتی ہے جب وہاں جائے نمازیں پھاڑ کر پاؤں تلے روندی گئیں اور مسجد کے اندر غلاظت بکھیری گئی تو کسی شاعر نے ویرانئ مسجد کا مرثیہ لکھا۔

جاتا رہا وہ مسجد جامع کا امتیاز
جس میں کہ تھی فرشتوں کو سجدے کی حرص و آز
تھا کعبہ کی مثال جہاں پنجگاں نماز
کیا پوچھتے ہو کیا کہیں تقدیر بے نیاز

مسجدوں کی تباہی کا نقشہ ایک انگریز نواز مؤرخ نے تاریخ ہند میں یوں بیان کیا:

"کتے جو انگریز کے ساتھ تھے مسجد میں پڑے رہتے تھے، یہ حالت بہت سی دوسری مسجدوں کی تھی جن میں گدھے

WWW.NAFSEISLAM.COM

باندھے جاتے تھے۔ دہلی کے اکثر انگریز چاہتے تھے کہ مسجدوں کو توڑ دیا جائے یا انہیں گرجا بنا دیا جائے۔"

تباہی اور بربادی کی کرچیاں کتنا درد رکھتی ہیں خواجہ حسن نظامی کی ایک تحریر ملاحظہ ہو:

"انگریزی فوج کے مسلمان ہندوؤں کے مندروں میں گھس گئے اور اُن کو خراب کر ڈالا اور ہندو سپاہی مسجدوں میں داخل ہو کر ویرانی مچانے لگ گئے۔ دہلی کی بڑی جامع مسجد میں سپاہیوں کی بیرکس بنائی گئیں۔ غسل خانے اور غلاظت خانے بھی مسجد کے اندر تھے۔ میناروں کے نیچے سؤر کاٹ کاٹ کر پکائے جاتے۔ انگریزوں کے کتے مسجد کے اندر پھرا کرتے تھے۔ زینت المساجد کو گوروں کا گھر اور نواب حامد علی خان کی مسجد کو گدھا گھر بنا دیا گیا اور کئی مسجدوں کو گرا کر تباہ کر دیا گیا۔"

حضرت عباس ؓ کی درگاہ میں پناہ لینے والی عورتوں کی آبرو ریزی کی گئی۔ شاہی مسجد لاہور میں شیخوپورہ اور ساہیوال سے گرفتار ہونے والے لوگوں کو شہید کیا گیا۔ ایک انگریز مؤرخ خود لکھتا ہے:

"رات ہم نے مسجد پر پہرہ دیتے ہوئے بسر کی اور ہمارا زیادہ وقت ان قیدیوں کو گولی سے اڑا دینے یا پھانسی پر لٹکا دینے میں گذرا جنہیں ہم نے صبح کے وقت گرفتار کیا۔"

مسلمان کشی کی یہ ظلمتیں کسی ایک خطہ یا علاقہ سے تعلق نہیں رکھتیں، برصغیر پاک و ہند کا ایک ایک چپہ درد والم کی روح فرسا داستانوں کا حفیظ بنا ہوا ہے۔

امریکہ کا "نیو ورلڈ آرڈر" عراق اور افغانستان کے بعد پاکستان کا رخ کئے ہوئے ہے۔ سرحدی علاقوں میں جنگ کرنے والوں کی آماجگاہ ایک ہی ہے۔ حالات کی دبیز تاریکیوں میں مسلمانوں کو ایمان اور عقیدہ کا چراغ جلا کے رکھنا چاہیے۔ مایوسی اچھی چیز نہیں، پانی ابھی تک پل کے نیچے ہے اُوپر تک نہیں پہنچا۔ ہمارے فکری ایوانوں کو قومی جذبے سے پوری سرعت کے ساتھ منصوبہ بندی کے عمل اور قربانی کا راستہ اپنانا چاہیے۔

غلامی کا درد بڑا گہرا ہوتا ہے اور آزادی کی ناؤ جب طوفانوں میں الجھ جائے ساحل مراد بڑی تگ و دو کے بعد حاصل ہو سکتا ہے۔ مرنے سے جینا بہتر ہے۔ تباہی سے امن اچھا ہے اور خوف ناک مستقبل سے خوش گوار زندگی زیادہ اچھی ہے لیکن اس کے لئے ہمیں بروقت، سریع اور پرعزم سفر کرنا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز مشکل اور ناممکن نہیں۔ "پاکستان زندہ باد" کے ساتھ اسلام زندہ باد کا سبق کبھی فراموش نہ فرمائیے اور جاتے جاتے قرآن حکیم کی ایک آیت، ایک تصویر اور ایک سبق آموز آیت ضرور ملاحظہ فرمائیے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ. و کذالک یفعلون ہ

بے شک بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں وہاں فساد مچا دیتے ہیں اور وہاں کے آبرومند رہنے والوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں اور اُن لوگوں نے ایسا ہی کرنا ہوتا ہے۔ (النمل: ۳۴)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہمارے وطن پاکستان کو سلامت رکھے۔ یہاں مسجدوں سے اذانیں گونجتی رہیں۔ مدرسوں سے "قال قال" کی آوازیں آتی رہیں۔ ماتھوں، جبینوں پر سجدوں کے نقوش ابھرتے رہیں۔ وطن کا ایک ایک ذرہ سلامتی کے نور سے ضوفشاں رہے۔ رب راکھا وہی ہم سب کا نگہبان و محافظ ہے۔

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ
يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ﴿١﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ
لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿٢﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿٣﴾ وَّيُنْذِرَ
الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿٤﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ
وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ
اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿٥﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ
عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿٨﴾

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اپنے بندۂ خاص پر کتاب نازل کی اور اس نے اس میں کوئی کمی رکھی ہی نہیں (۱) عدل نواز کتاب تا کہ اللہ کی طرف سے محکم گرفت سے ڈرائے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لیے حُسن والا اجر ہے (۲) وہ اسی میں ہمیشہ ٹھہرنے والے ہوں گے (۳) اور اُن لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے (۴) اس بارے میں نہ تو وہ خود پختہ فہم رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے باپ دادے کچھ جانتے ہیں ان کی زبانوں سے کتنی بھاری بات نکل رہی ہے ان کی یہ باتیں قطعی جھوٹ ہیں (۵) تو محبوب! کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان ہی ضائع کر دیں گے صدمے کھا کر کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لا رہے (۶) بے شک ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اس کے لیے زینت تا کہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے عمل کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے (۷) اور بے شک ہم جو کچھ زمین پر ہے اسے چٹیل میدان غیر آباد بنانے والے ہیں (۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے

سورۂ کہف کی پہلی اور اساسی تعلیم اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا ہے۔ قاری قرآن کی روح میں ایک اعتراف کا نور موجزن کر دیا جاتا ہے۔ احساس روحانی ضرورتوں کی تکمیل پر شکروسپاس کے لیے تڑپ اٹھتا ہے۔ فطرت خود اس سورۂ عظیمہ کی تلاوت شروع کرنے والے کی زبان پر حمد یہ گیت جاری کر دیتی ہے۔ دل کی دھڑکنیں تسلیم و تعمیل کا سنگیت بن کر وجود کے ایک ایک ریشے اور ایک ایک بال کو نغمۂ محبت کی مستیاں عطا کرتی ہیں۔ حروف کتاب معانی کا گلدستہ بن کر جب طالبِ فکروایمان کے ہاتھ میں سعادتوں کی مہک پیدا کرتے ہیں، سانسوں کی آمدورفت ذکرِ الٰہی کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ یہی وہ محل ہوتا ہے جہاں قاریء کتاب کے وجود میں اُس کا اپنا کچھ بھی نہیں بچتا۔ اُس کے جسم کا ریزہ ریزہ اُفتاں وخیزاں رقصاں ومستاں اپنے سچے الٰہ کی دہلیز رحمت پر حاضری دیتا ہے، پھر اُس کی زبان ''نام الٰہ'' کی مالا جھپتی ہے، اُس کا فکر احکام الٰہی کے نور میں ڈوب جاتا ہے، اُس کا ذوق راہِ خدا میں پروانہ وار اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عزم پیش کرتا ہے۔ وہ خوبیوں کا مرجع، کمالات کا سرچشمہ محامد کا سزاوار صرف اپنے الٰہ کو تسلیم کرتا ہے قرآنی باتیں پھر اس کی زندگی کا عنوان بن جاتی ہیں۔ وہ پڑھتا ہے الحمدللہ، اس کے جذبات تلاوت کرتے ہیں الحمدللہ، اُس کی زبان دعوت کے رنگ بانٹتی ہے الحمدللہ اور یوں ہی اُس کے فکرواعتقاد الحمدللہ کی روشنیوں سے خدا کی ساری کائنات بھر جاتی ہے۔ آیت کا یہ فقرہ سبق بھی ہے اور منزل بھی، ایک رازِ دروں بھی ہے اور انوارِ الٰہیہ کا جلوۂ عیاں بھی۔ سچی بات یہ ہے سورۂ کہف کا آغاز بڑی مستیوں، الستیوں اور کیف وسرور کا امین ہے۔

الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ

جس نے اپنے بندۂ خاص پر کتاب نازل کی

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ہمہ دم اپنے جودوکرم کے فیض سے نواز رکھا ہے اُس کی ہر نعمت جریدۂ عالم پر اپنے تمام تر حُسن کے ساتھ ایسے ثبت ہے کہ زبانیں شکروسپاس کے گیت الاپ رہی ہیں۔ دل کی دھڑکنیں تسلیم ورضا کے سمندر میں اپنی شوخیوں کی کہانیاں تحلیل کر رہی ہیں۔ کھلی فضائیں روشن کرنوں اور عمیق اندھیروں کو عرفانِ حق کی پہنائیوں کے ساتھ اعتراف کی لوریاں دے رہی ہیں، لیکن نقاشِ فطرت کے شکروسپاس کا حقیقی اعتراف وہ حمدیہ گیت ہیں جن کا مرکزِ حسن ''محمد ﷺ'' ہوں۔ سورۂ کہف میں ''عبدہ'' یعنی ''اپنے بندے'' کی ترکیب اتنی اچھوتی، روح پرور اور ایمان افروز ہے کہ کائنات بھر کی ہر شئی کی نظریں گویا اس ''بندۂ خدا'' پر جم جاتی ہیں جو خدا کا ''اپنا بندہ'' ہے۔ یہ الٰہِ حق کے اپنا ہونے کا فیضان ہے کہ رنگ اُس کا طواف کرتے ہیں، روشنیاں اُس سے بھیک لیتی ہیں، خوشبوئیں اُس کی عطر بیزیوں کے سامنے ہیچ ہیں، بلندیاں اُس کے قدموں میں معراج پاتی ہیں، پہنائیاں اُس کے وجود میں ڈوب جانا اپنا اعزاز تصور کرتی ہیں، بادِ نسیم اُن کے دامنِ رحمت سے ٹکرا کر راحت مند ہوتی ہے، ستارے اُن کے ماتھے کی شکن سے اُبھرنے والی روشن لکیر سے جھلملاہٹ حاصل کرتے ہیں، چاند کی چاندنی اور حورونور مست اُن کی گداگری میں آفاقِ عالم کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ کتنا خوبصورت ہے اللہ کا وہ ''اپنا بندہ'' حسن وجمال کا کیا بانکپن ہے، اللہ کے بندے کے وجود میں ستارو آؤ گنگناؤ، سیارو گیت گاؤ، نظارو نعتیں تلاوت کرو اللہ کے اُس اپنے بندے کی جس کے سینے پر کتاب نازل ہوئی۔ یہ عظیم سورت اور یہ کریم آیت انسانوں کو سکھاتی ہے کہ اللہ کی ان گنت نعمتوں میں دو عظیم نعمتیں حضور ﷺ اور اُن کے سینے پر نازل ہونے والا کلام قرآنِ حکیم ہے۔ سو شکر بجا لاؤ کہ اللہ نے تمہیں یوں اس نُور سے نوازا ہے۔ یہ دونوں نعمتیں بھی ہیں اور خدا کے وجود کی دلیل بھی ہیں۔ اگر نہیں مانتے تو دونوں کو دیکھ لو دونوں کو پڑھ لو، دونوں کی تلاوت کر لو، دونوں کو سونگھ لو، دونوں میں ڈوب لو تم خود محسوس کرو گے کہ عرفانِ حق کا اس سے کوئی اور بہتر راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بہترین شُکر رسول اللہ ﷺ اور کتابِ مجید سے استوارِ تعلق ہے۔

وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ

اور اس نے اس میں کوئی کمی رکھی ہی نہیں

قرآن مجید نے اپنی سچائی کی عالمگیر تعبیر یہ اختیار کی کہ اس میں ٹیڑھا پن نہیں۔ اس کی دعوت میں کج پیچ نہیں، اس کی باتوں میں الجھاؤ نہیں، ''صراطِ مستقیم'' اس کا فیضان ہے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو یہ کلام باری ہے اور رسول رحمت ﷺ کے یاقوتی لبوں سے بکھرا ہے۔ اس کے حروف اُس زبان سے ادا ہوئے ہیں جس نے جھوٹ جانا ہی نہیں، سچائی سچائی سچائی اوّل آخر سچائی، ظاہر باطن سچائی، حرف حرف صدق، لفظ لفظ صداقت، معنی ومفہوم پھول، دعوت وخطاب نُور جب بولنے والا سچا ہے تو پھر بول کیسے سچ نہ ہوگا۔ اُن کی باتوں میں اللہ عزّ سبحانہ نے ٹیڑھا پن رکھا ہی نہیں سلاست، نرمی، گداز، اثر، تاثیر، فصاحت، بلاغت، جذبہ، ادراک، فراست، بصیرت، انقلاب، ہمواری، حُسن، جمال، رنگ، رعنائی، خوشبو،

رحمت سب اُن کی باتوں کے مظاہر ہیں۔ سنو تو سہی، پڑھنے کی زحمت تو گوارا کرو، اس کتاب حسن کو کھولو تو سہی تم خود معترف ہو جاؤ گے۔

وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا

سید قطب نے بجا طور صحیح لکھا ہے کہ سورۂ کہف پوری کی پوری بنیادی طور پر تین چیزوں کے گرد اگرد گھومتی ہے۔ ایک عقیدے کی تصحیح دوسری نظر وفکر کے راستے کا تعین اور تیسری اسلامی عقیدے کے میزان پر اشیاء کی قدر و قیمت کی تصحیح۔ بلا شبہ ان تینوں چیزوں کا عکس سورت کی پہلی آیت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝

عدل نواز کتاب تاکہ اللہ کی طرف سے محکم گرفت سے ڈرائے اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لیے حسن والا اجر ہے (۲) وہ اسی میں ہمیشہ ٹھہرنے والے ہوں گے (۳)

قرآن مجید کی صفت ''قیم'' یہاں خاص طور پر بیان کی گئی ہے اس لفظ سے کتاب انقلاب کے مستقیم، نگہبان، مظبور، مدلل اور فعال ہونے کا مفہوم اُجاگر ہوتا ہے، لیکن اس قرآنی اصطلاح کی جو خوبصورت تشریح علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں بیان کی ہے شاید اُس کے بغیر تعبیر لفظ صحیح طور پر نہ لکھی جا سکے۔ علامہ موصوف قیم کے چھ معانی نقل کرتے ہیں۔

پہلا ہے سیدھا اور مستقیم ہونا یعنی اس کا لفظ لفظ جہاں ناہمواریوں، افراط وتفریط اور کج پیچ سے پاک ہے وہاں یہ خامیوں کی اصلاح بھی کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس ﷺ سے ضحاک نے یہی معنیٰ نقل کیا ہے۔

قیم کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں کوئی خلل نہیں۔

تیسرا مفہوم قرآن مجید کا صحیفہ عدل ہونا ہے نہ اس کی تعلیمات سے بندوں کو تکلیف ہو اور نہ ہی اس کی موجودگی میں کسی اور کی احتیاج ہو۔

چوتھا معنیٰ قیم سے پہلی کتابوں کی تعلیمات لی گئی ہیں یعنی قرآن مجید وہی کچھ رکھتا ہے جو اس سے پہلے صحیفوں اور کتابوں میں تھا۔

پانچواں تمام صحیفوں پر قرآن مجید کا گواہ ہونا ہے۔

اور قیم کی چھٹی تعبیر علامہ آلوسی نے پہلی کتب کے تمام مصالح پر قرآن مجید کا محافظ ہونا نقل کی ہے۔

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

قرآن مجید منزل من اللہ ہے۔

قرآن مجید منزل ''علی عبدہ'' ہے۔

قرآن مجید کو ''کتاب'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قرآن مجید میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن نہیں۔

قرآن مجید کا ہر بیان صدق مآب ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھرپور اور کامل نعمت ہے۔

قرآن مجید ہر ضرورت کی تکمیل کا کفیل ہے۔

قرآن مجید کی ہر دعوت مستقیم ہے۔

قرآن مجید تاریخی حقائق کا نگہبان اور محافظ ہے۔

قرآن مجید ''بندگی'' پیدا کرنے کا موثر وسیلہ ہے۔

قرآن مجید کردار ساز صحیفہ نور ہے۔

قرآن مجید جس عظیم ذات کے سینہ پر نازل ہوا۔

عبدیت کا وہی پیکر نور ہے جسے قرآن مجید نے

اپنا خاص بندہ قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ

قرآن مجید کی دو اور صفات ان آیات میں بطورِ خاص بیان کی گئیں کہ یہ صحیفہ عدل منذر بھی ہے اور مبشر بھی۔ جب ڈرانے کا ذکر ہوا تو اس کے ساتھ کسی خاص طبقہ انسانیت کو نہ گنا گیا لیکن ''تبشیر'' کے ساتھ ''مومنین'' کی قید لگا گئی۔

قاریٔ قرآن کے لیے یہاں پہنچ کر ''اصلاحِ نفوس'' کا فلسفہ سمجھ لینا دشوار نہیں رہتا۔ جب اللہ ربّ العالمین کردار سازی کی عالم گیر تحریک کے لیے فیضان رسانی کے محض دو سرچشمے قرار دے دیتا ہے۔ ایک کتاب اور دوسرا عبدیت کے رنگ میں ڈوبا ہوا اُس کا محبوب رسول ﷺ۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو یہاں دو کا عدد بھی ایک میں گم ہو جاتا ہے اس لیے کہ قرآن اور مصطفیٰ ﷺ جدا جدا نہیں ہیں۔ کتاب کلامِ الٰہی ہے لیکن اسے حضور ﷺ کے یاقوتی لبوں کا لمس حاصل ہے۔ یہ اسی کا اعجازِ دعوت ہے کہ قرآن کا ڈرایا اور خوشخبری دیا گیا مومن اعمال صالحہ کی نورانی سلسبیل میں نہایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس پاکباز مومن کی عنبرین اداؤں کے بوسے لینے کے لیے ہزاروں حوریں تڑپتی رہتی ہیں اور پھر یہ ایسے بھی نہیں ہے کہ ''عمل صالح''، ''فیضِ محمدی ﷺ کے سرچشمہ نور سے پھوٹنے والی محض ایک کرن کا نام ہو۔ عمل کے لیے فعل مضارع کا استعمال مومنوں کے مسلسل اور دائمی طرزِ عمل کی کہانی بیان کرتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ تبشیر قرآن کا فیض یافتہ مسلمان محض عمل ہی نہیں کرتا ہے، عمل اور عملِ صالح میں فرق ایک موٹی سی بات کو ذہن میں لا کر سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ فعل وہ کام ہوتا ہے جس کے لیے کوئی نمونہ نہ ہو اور عمل وہ کام ہوتا ہے جس کے لیے نمونہ ہو اور ''عمل صالح'' وہ ہوگا جس میں محض نمونہ ہی نہیں اللہ کے خاص محبوب اور اپنے بندے محمد ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی خوشبو شامل ہو۔ گویا مومن وہی ہوتا ہے جو تسلسل اور دوام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی پیروی، اطاعت اور غلامی کی خوشبوؤں سے مشامِ وجود کو معطر رکھتا ہے۔

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾

ایسا شخص جو ''کتابِ قیم''، صحیفہ نور اور دستورِ حق قرآن حکیم کا تلمیذ بن کر اپنی ''قوتِ نظری'' کو ایمان کا لبادۂ نور پہنا دیتا ہے اور رحمت عالمیاں ﷺ کے ''حسن بہار بداماں'' کا مشتاق ہو کر اُن کی غلامی اور اطاعت میں ڈوب جاتا ہے۔ اچھی جزائیں اُس کے قدم چومنے کے لیے تڑپ اُٹھتی ہیں۔ غلامی رسول ﷺ کے محکم جذبے جس وقت اپنے حریف شیطان کو چت کر دیتے ہیں، زندگی خود ہی ''حُسن صد بہاراں'' کا اہتمام کر لیتی ہے۔ جس طرح اندھیرے روشنیوں کے رقیب ہیں دنیا اور آخرت کا ہر حسین نظارہ، ہر دلفریب منظر ہر راحت بخش حسن، ہر رشک آفرین خوبی، ہر گل پوش فردوس، ہر روح پرور وادی، ہر دلفریب روش، کوثر و کثیر، کوکب و تنویر اور راحت و ترویح سب کچھ غلامی رسول ﷺ کا حلیف ہے۔ اچھی جزائیں، خوبصورت صلے، حسن مآب جنتیں، نظر افروز بہاریں کس کے لیے ہیں؟ مومنوں کے لیے، غلامانِ رسول کے لیے اور اچھے عمل کرنے والے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے وہ جو حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا تصور کر کے آنکھ بند کرے اور پھر کھولے تو اُن کے دیدۂ حسن مست کی برکات سے جنت کا رنگ و روغن پیدا ہو۔ وہ جو عشق رسول ﷺ میں آہ بھریں تو دوزخ کی دہکتی کھائیاں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اسی حسن المآب میں ہمیشہ رہنے والوں کا رنگ جنت دم جنت، نظر فردوس بصر فردوس، قول نور، بول نور میرے رسول کے غلاموں کا کیا کہنا اور میرے قرآن کے تربیتی فیضان کی پہنائیوں کا اثر ہائے یہ حسن المآب سچی بات تو یہی ہے جو میرے حضور کی دہلیز پر زندگی وارتا ہے اُس کے عشق ایمان اور عشق عمل کا یہ تھوڑا سا صلہ ہے۔ حقیقی صلہ تو بس اُن کی صحبتِ نور ہی ہے۔ قرآن یقین دلاتا ہے کہ مومنوں کے لیے اچھی جزاؤں کا یہ ماحول ابدی ہوگا۔ اس میں انقطاع ہرگز ہرگز نہ ہوگا نہ ہوگا۔

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ﴿۴﴾

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

اور اُن لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے (۴)

اس بارے میں نہ تو وہ خود پختہ فہم رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے باپ دادے کچھ جانتے ہیں ان کی زبانوں سے کتنی بھاری بات نکل رہی ہے ان کی یہ باتیں قطعی جھوٹ ہیں (۵)

قرآن مجید کا ''مائدۂ رحمت'' اور ''خوانِ انذار'' ہمہ دم ہر شخص کے لیے بچھا ہوا ہے۔ فطرت کی ان کڑی تنبیہات سے ہمہ وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کے ڈراوے ہر کان کو کھولنے کے لیے کافی ہیں، اُس کی فہمائشیں ہر نظر میں بصیرت کا سرمہ ڈال سکتی ہیں۔ قرآن مجید جس ''تنذیر'' کا حوالہ دیتا ہے اُس کی محکم رسیاں ہر بہکے ہوئے شخص ہر گمراہ فرد اور ہر ٹیڑھی فکر رکھنے والے سرکش اور متمرّد انسان کو ہر جا اپنی گرفت میں لے سکتی ہیں، لیکن فطرت اور کلامِ الٰہی کے یہی ڈراوے جس وقت منذرِ اور رؤف رسول ﷺ کی زبانِ نور سے بکھریں تو ان میں رحمت اصلاح حد انتہا سے بھی ماروا ہو جاتی ہے اور زمین تا بافلک ہر شے رسول اکرم ﷺ کے لیے گوش بر آواز ہو جاتی ہے، لیکن قرآن مجید یہاں خاص طور پر اس انذار کا رُخ اُن لوگوں کی طرف پھیر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ مکہ کے جاہل مشرکین ہوں جو ملائکہ کو اللہ کی

بیٹیاں قرار دیتے ہیں یا یہود ونصریٰ جو عیسیٰ اور عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھیں۔ قرآن مجید ان سب کو سمجھاتا ہے ان سب کو ڈراتا ہے، ان سب کی معنوی ذرّیت اور فکری لشکر کو سمجھاتا ہے اور ڈراتا ہے کہ اُوٹ پٹانگ نہ ہانکیں بلکہ مان لیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی وہ خود کسی کی اولاد ہے۔

''قرآن مجید'' یہاں اپنے دعویٰ کو موکد کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اور اُن کے وہ آباؤ اجداد جن کی راہوں پر یہ مٹے جا رہے ہیں اپنی کسی بڑ کو دلیل اور سند سے ثابت نہیں کر سکتے۔ ہر بات بے سند کچی ضعیف اور تاریکیوں سے اٹی ہوئی ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ جاہل ہیں لیکن بڑی بڑی باتیں ان کی زبانیں اُگلتی ہیں۔ جھوٹ ان کا نشہ ہے، کذب ان کا لباس ہے، خلافِ واقعہ چیزوں کو شہرت دینا ان کا مشغلہ ہے، شرک کے طوفانوں میں جن لوگوں کا سفینہ پھنس جائے قرآن مجید انہیں ''مجسمہ کذب'' قرار دیتا ہے۔ وہ نہیں کہتے، بولتے اور اُگلتے مگر جھوٹ ہی جھوٹ۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۝

ترجمہ: تو محبوب! کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان ہی ضائع کر دیں گے صدمے کھا کر کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لا رہے (۶)

اس آیت کریمہ میں پانچ چیزیں قابل غور ہیں پہلی رسول ﷺ کی دعوتی سیرت کا حسن ہے۔ دوسری چیز راہِ خدا میں ایک مخلص داعی کی شبانہ روز محنتوں کا منزل نواز اُلوہی اعتراف ہے۔ تیسری چیز کتاب ہدایت قرآن حکیم کا تروتازہ حلاوت آفرین اور شگفتہ کلام ہونا ہے۔ چوتھی چیز کتابِ ہدایت کو نہ ماننے کے منفی اثرات ہیں اور پانچویں چیز کاروانِ نبوت کا جذباتی اور احساساتی غم انسانیت ہے جو ہر دور میں انسانی قافلوں کا بخت نواز سرمایہ رہا۔ ''باخع'' اور'' اٰثار'' گہرے غور وفکر کے متقاضی لفظ ہیں۔ آثار اثر کی جمع ہے۔ ہر انسان اپنے منفی یا مثبت عمل کا ایک اثر دنیا میں چھوڑتا ہے جیسے ماں اپنے بیٹے کے ہر عمل کو زیر نظر رکھتی ہے اور ایسی چیزیں جو اُس کے لختِ جگر کے لیے مضر ہوں اُن پر کڑھتی ہے، تنگ دل ہوتی ہے اور اُس کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیٹے کی بساطِ عمل کو پاک صاف کر دے کہیں اس سے بڑھ کر نبی اپنی اُمت کے احوال سے باخبر رہتا ہے اُن کے منفی مثبت احوال کو دیکھتا ہے اور اُن کے چشمہ حیات کا گدلا ہونا پسند نہیں کرتا۔ حضور ﷺ جو نبی الانبیاء ہیں، قُدوۃُ المرسلین ہیں اُن کا رنگ سیرت ملاحظہ ہو کہ ربِ کائنات ارشاد فرما رہا ہے ''لعلک باخع نفسک'' ''آپ اپنی جان ہی اُن کے غم میں دے بیٹھیں گے'' کتنا حسن ہے ان الفاظ میں؟ اور کتنی لطیف اور سریع تاثیر ہے ان الفاظ کی؟ اُمت کے لیے حضور ﷺ کا سراپا شفقت و رحمت ہونا کتنے متوثر پیرائے میں بیان کیا جا رہا ہے اگر نفس سے مراد سانس سانس اور دم دم لے لی جائے تو تفسیر حضور ﷺ کی محنتوں کا آئینہ تعبیر بن جاتا ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ کی حیاتِ نور کا لمحہ لمحہ اصلاحِ اُمت کے لیے وقف تھا۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝

ترجمہ: بے شک ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اس کے لیے زینت تاکہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے عمل کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے (۷)

امام فخر الدین رازی نے اس آیہ کریمہ کو بھی تفسیری اعتبار سے رسالت مآب ﷺ کی سیرت ہی کے پس منظر میں سمجھا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ زمین پر پھیلے ہوئے کون ومکاں کے سلسلے جو اپنی آراستگی، حسن، دلفریبی، دلربائی اور دلآویزی میں نقشِ امتحان بنے ہوئے ہیں۔ ہر لحظہ اور ہر لمحہ حضرت انسان کے لیے کسی نئی آزمائش اور کسی نئے امتحان کا باعث ثابت ہو رہے ہیں۔ جب رنگینی کائنات کا ہر گوشہ حسنِ عمل کی آزمائش کو ہر روز ایک نیا رنگ اور نیا آہنگ دے رہا ہے اور یہ سلسلہ حد سے لاحد اور قطرہ سے قلزم کے بحر بیکراں میں گم ہو رہا ہے۔ بڑا مشکل ہے کہ داعی خیر واحسان ہر شخص کے عمل کے بارے میں مطمئن ہو جائے کہ وہ خیر ہی خیر کا عامل ہے۔ سوائے میرے محبوب! آپ غم نہ کھائیے اور خاطر جمع رکھیے آپ کا فریضہ منصب صرف ابلاغ ہے حسنِ عمل کی توفیق تو خالقِ تقدیر کے ہاتھ میں ہے۔

زمین کو کس چیز سے زینت بخشی؟

سعید بن جبیر ﷺ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی اور فرمایا مراد 'رجال' ہیں۔ مجاہد نے حضرت ہی کی روایت سے نقل کیا کہ زینت سے مراد علماء و مشائخ ہیں۔ ابن انباری نے زمین پر جو کچھ ہے وہ اُس کے لیے زینت ہے کا قول کیا ہے اور مقاتل نے نباتات مُراد لیے ہیں۔ کتاب رحمت فروغ نے گویا رنگینیء کائنات کا ہر نظارہ لوحِ امتحان بنا کر اپنے قاری کے سامنے رکھ دیا۔ دیکھنے والی آنکھ کے سامنے وادیوں میں لہلہاتے پودوں کے حسین تختے رکھ دیے۔

رُخسارِ شباب پر مسرت گُناں شوخیوں کی طرح مسکراتے پھول رکھ دیئے۔ قلب زمین میں مہر نیمروز کی گھبتی کرنیں درختوں کے شگوفوں سے اٹھکیلیاں کرتی نسیم سحر۔ نباتات واشجار سے لدی ہوئی پہاڑی چوٹیاں۔ چشم محبوب سے چھلکتے آنسوؤں کی طرح آبشاروں سے

ڈھلکتا پانی، بنجر زمینوں کی خشک رگوں کو آبِ شفقت سے تر کرنے والا ساون، پہاڑوں کی اوٹ میں سینہ کھولے جھیلوں میں مستاں کنول، سراب صحراؤں میں مژگانِ چشم کی طرح نوکیلے خارِ مغیلاں، کائناتِ معنیٰ و مفہوم میں ہنگامہ زن علماء۔ سکوتِ شبِ تار کو ''تزکیہ'' کی معصومیت دینے والے صوفی۔ دستِ آدمیت کو تھام کر منزل آشنا کرنے والے آئمہ۔ وجہِ تخلیقِ کائنات کاروانِ نبوّت سب امتحان ہیں امتحان آزمائش ہیں، آزمائش صرف اتنی ہی بات کہ دیکھا جائے کون پردۂ حسن پر تھرکتی تصویروں میں کھو جاتا ہے اور کون خالقِ حسن کا متلاشی بن جاتا ہے۔ جاننا صرف یہ جاننا کہ کون انبیاء کی غبارِ راہ کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بناتا ہے اور کون راہِ غرور میں سنگدل ہو کر آتشِ جہنم بھڑکاتا ہے۔ اہتمام صرف اہتمام کہ نکھار دیئے جائیں وہ لوگ جو ''حسنِ عمل'' کو کسی بھی صورت میں ترک نہیں کرتے۔ اُن کی زندگی کی روش زاہدانہ ہوتی ہے۔ وہ سیرت سازی کا ہر قرینہ آخرت ہی کے پسِ منظر میں کرتے ہیں اُن کا عقیدہ کسی بھی لمحہ میلا نہیں ہوتا ہے اُن کی بود و باش پر اللہ تعالیٰ پر توکل ہمہ دم عیاں رہتا ہے۔

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

ترجمہ: اور بے شک ہم جو کچھ زمین پر ہے اسے چٹیل میدان غیر آباد بنانے والے ہیں (۸)

اس آیت سے پہلے انسانی نگاہوں کو کارگۂ حیات کے دلفریب نظاروں میں اُتارا گیا۔ انسان نے بہت کچھ دیکھا مدار پر گھومنے والے سیارے، جنونِ اطاعت میں ڈوبے ہوئے مہر و ماہ، دودھیا نور میں ڈوبی ہوئی برفانی چوٹیاں، خشکی سے تڑپتے صحرا، بادلوں میں پانی کی موجیں، سمندروں کی لہروں میں محوِ پرواز بخارات، زمین کے پیٹ میں مست حشرات، رُتوں کے تغیر میں اٹھکیلیاں کرتی ہوائیں، آسمانوں کی بلندی میں فروزاں قندیلیں، چہروں کا حُسن، آنچل کی ادا، آوازوں کا ترنم، زلفوں کی خوشبو، نگاہوں کے شکار، دھڑکنوں کے مضراب، سانسوں کی حدت، زندگی کا رقص، سماج کی رسوم معاشرت، ہنگامہء معاش کی گرمی، روح کے راز، دلوں کی آرزوئیں، جمال کی کشش، کمال کی جستجو غرضیکہ کائناتِ غموص میں، موجودات کے تعمق میں، زندگی کی رفتار میں دیکھنے والی آنکھیں بہت کچھ دیکھتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ ہمیشہ رہنے والا ہے؟ پہاڑ رائی نہیں ہوں گے، بہاریں خزاں میں تبدیل نہیں ہوں گی، حُسن کی مانگ اُجڑے گی نہیں، ہنستے مسکراتے انسان خاک میں دب نہیں جائیں گے۔ جب خدائی اعلان یہی ہے کہ زمین پر جو کچھ ہے، زمین میں جو کچھ ہے، انسان جو کچھ مادے کا شکاری بن کر اکٹھا کر رہا ہے وہ اور خود انسان سب فانی ہے۔ سرور اور طمانیت اور اُخروی اور دائمی کامیابی مولائے کائنات کی خوشنودی کے لیے قربانی دینے والوں کے لیے ہے۔ اُس کا خود اُلوہی اعلان ہے کہ ''زمین پر جو کچھ ہے، ہم اُسے چٹیل میدان میں تبدیل کرنے والے ہیں''۔

❁ ❁ ❁

رسول اکرم ﷺ بے مثل بشر

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن عبد اللہ بن عمر و (رضی اللہ عنہ) قال حُدِ ثتُ ان رسول اللہ ﷺ قال صلوٰۃ الرجل قاعدا نصف الصلوٰۃ فاتیتہ فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی علی راسی فقال مالک یا عبد اللہ بن عمر و قلت حدثتُ یارسول اللہ انک قلت صلوٰۃ الرجل قاعدا النصف الصلوٰۃ و انت تصلی قاعدا قال رجل و لکنی لست کاحد منکم (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ القاعد جلد اول، ص:۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی (نفل) نماز بیٹھ کر (پڑھنا) نماز کا نصف ہے پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے (ازراہ تعجب) اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا اے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے بیان کیا گیا کہ آپ نے فرمایا آدمی کی بیٹھ کر نماز نصف نماز (کے برابر) ہے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں (میں نے یہ بات کہی ہے) لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں جو سلیم بن عمرو قبیلہ کی طرف نسبت کی وجہ سے سلیمی کہلاتے ہیں اور چونکہ سلیم بن عمرو قبیلہ قریش کی ایک ذیلی شاخ ہے اس لئے آپ قریشی بھی ہیں۔ آپ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے اور آپ کے والد آپ سے تیرہ سال اور بعض کے نزدیک بارہ سال بڑے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عالم اور حافظ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ آپ کے وصال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، کہا گیا ہے کہ جب ذوالحجہ ۶۳ ھ میں یزید کے دور میں مدینہ طیبہ پر حملہ ہوا اور واقعہ حرہ پیش آیا ان ہی ایام میں آپ کا وصال ہوا کسی نے کہا آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا ایک قول یہ ہے کہ طائف میں آپ کا وصال ہوا۔ بعض حضرات کے نزدیک آپ ۶۵ ھ میں مصر میں فوت ہوئے۔ آپ کے والد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ کو مصر کا حاکم مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت یعلی بن عطا رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے لئے سرمہ بنایا کرتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ رات کو چراغ بجھا کر بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہوتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی پلکوں کو نقصان پہنچا۔ (اکمال فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح ص:۶۰۵)

مذکورہ بالا حدیث کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے میں اس کا ثواب نصف ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث مبارک میں دیگر کئی مسائل اور احکام کی طرف اشارہ ملتا ہے، جن کا قدرے تفصیلی ذکر آئندہ سطور میں ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔

نماز اظہار بندگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ بندگی (عبادت) اگرچہ اطاعت خداوندی کی تمام صورتوں کو شامل ہے لیکن اپنے لغوی معنیٰ کے اعتبار سے اس کا اصل مصداق نماز ہے کیونکہ عبادت کا معنی "التذلل" ہے یعنی بچھ جانا اور اپنے آپ کو عجز وانکسار کے رنگ میں رنگ دینا اور اس کی افضل ترین صورت سجدہ ہے جب بندہ اپنے خالق و مالک کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اور اس کا یہ عمل محض رسمی نہیں ہوتا تو گویا وہ زبان حال سے اعلان واقرار کر رہا ہوتا ہے کہ میں ہمیشہ اپنے خالق و مالک کے احکام کے سامنے جبین نیاز جھکا تا رہوں گا اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو بھی اس بات کا اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ احکام خداوندی کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کرتا رہوں گا اور جب وہ ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو جس طرح کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے دست بستہ کھڑا اس کے حکم کا منتظر ہوتا ہے نماز پڑھنے والا مسلمان بھی زبان حال سے پکار رہا ہوتا ہے کہ اے میرے مولا! میں تیرے حکم کا منتظر ہوں۔

اگرچہ نماز کے تمام افعال اسی بندگی کا اظہار ہیں لیکن سب سے اہم رکن سجدہ ہے۔ سجدہ بیٹھنے کی صورت میں بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں زیادہ تعظیم اسی صورت میں پائی جاتی ہے جب حالت قیام سے سجدہ میں جائے اسی لئے نوافل کے علاوہ نماز میں قیام اور رکوع کو فرض قرار دیا گیا۔ کسی عذر کے بغیر قیام کا ترک جائز نہیں اور اگر کوئی شخص کھڑا ہونے پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے اس کی نماز نہیں ہوگی۔

لیکن "الدین یسر" دین آسان ہے کے تحت جس عبادت میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اس سے تخفیف کی راہ اختیار کی گئی۔ فرض، سنت مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور وتر نماز میں قیام فرض ہے کیونکہ یہ محدود رکعات پر مشتمل ہیں جبکہ نوافل کی تعداد مقرر نہیں اس لئے کثرت سے نفل پڑھنے

والے لوگوں پر قیام فرض ہونے کی صورت میں حرج لازم آتا ہے، بنابریں شریعت اسلامیہ میں نوافل کی ادائیگی کے لئے یہ آسانی دی گئی۔

لیکن چونکہ قیام کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اس لئے اس کی ترغیب بھی دی گئی تا کہ جس قدر ممکن ہو آدمی کھڑا ہو کر نوافل ادا کرے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ کر نماز (نوافل) پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے میں نصف ہے۔

فرض میں قیام کی فرضیت اور نوافل میں عدم فرضیت کی حکمت راقم کے خیال میں یہی ہے جو سطور بالا میں ذکر کی گئی **واللہ اعلم بالصواب**.

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جب کوئی مبلغ کسی عمل کی ترغیب دیتا ہے تو فطری طور پر ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہوگا اور عوام الناس کی یہ توقع ہوتی ہے اور اسی صورت میں وعظ مؤثر بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ ہمیں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ مستحبات کی ادائیگی کے لئے شرعی طور پر پابندی نہیں لہٰذا اگر کوئی مبلغ لوگوں کو کسی مستحب عمل کی ترغیب دیتا ہے اور خود کسی شرعی یا طبعی مجبوری کے تحت اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا تو اس کے خلاف ڈھنڈورا پیٹنا دانشمندی نہیں ہے۔ جب خود شریعت مطہرہ اسے پابند نہیں کرتی اور پھر وہ اس عمل سے معذور بھی ہے تو بے جا سختی قطعاً درست نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ اگرچہ اس ضابطہ پر عمل پیرا ہوتے تھے کہ جس بات کا حکم دیتے خود بھی عمل کرتے لیکن اس زیر بحث مسئلہ میں صورت حال مختلف تھی یعنی آپ اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب بھی اسی قدر ملتا تھا جس قدر کھڑے ہو کر پڑھنے پر ملتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا خیال تھا کہ حضور ﷺ کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے ان کو تعجب ہوا اور انہوں نے استفسار کیا۔

اور آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے یہ حکم دیا لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں۔ علماء فرماتے ہیں آپ کا یہ ارشاد گرامی "**لست کاحد منکم**" کا مطلب یہ ہے یعنی ذالک **الذی ذکرت ان صلوٰۃ الرجل قاعدا علی نصف صلاتہ حکم لغیری من الامۃ و اما انا فخارج عن ھذا الحکم و یقبل الجامنی قاعدا مقدار صلاتی قائماً**.

یعنی جو کچھ تم نے ذکر کیا کہ آدمی کی بیٹھ کر نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابل میں (ثواب میں) نصف ہے۔ یہ حکم میرے علاوہ کے لئے یعنی میری امت کے لئے ہے اور میں اس حکم سے خارج ہوں اور میرا رب میری بیٹھ کر پڑھی جانے والی نماز کو اسی مقدار میں قبول کرتا ہے جس میں میری اس نماز کو قبول کرتا ہے جو میں کھڑا ہو کر پڑھتا ہوں یا یہ کہ میرے خصائص میں ہے لہٰذا مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ (حاشیہ سنن ابی داؤد، اسی حدیث کے تحت)

رسول اکرم ﷺ بے مثل بشر ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے لباسِ بشریت میں پیدا کرنے کے باوجود دوسرے لوگوں سے ممتاز رکھا جس طرح اس حدیث سے واضح ہوا اسی طرح صوم وصال کے سلسلے میں بھی یہی بات فرمائی گئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے وصال (کے روزوں) سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ وصال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہاری طرح نہیں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصیام باب فی الوصال جلد اول ص: ۳۲۲)

WWW.NAFSEISLAM.COM

صومِ وصال کا مطلب یہ ہے کہ ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملایا جائے حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں **ای نھی عن تتابع الصیام من غیر افطار باللیل والموجب للنھی انہ یورث الضعف** (حاشیہ ابوداؤد شریف)

یعنی تسلسل کے ساتھ روزہ رکھنے سے منع فرمایا اس طرح کہ رات کو افطار نہ کرے اور سحری کے وقت افطار نہ کرے اور مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے آدمی میں کمزوری واقع ہوتی ہے اور عبادات کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں ہے "**ایکم مثلی**" تم میں سے کون میری مثل ہے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ اور دوسرے لوگوں میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو ایسی قوت کا فیض عطا فرماتا تھا جو کھانے اور پینے کے قائم مقام ہوتا اور آپ کی اس کی وجہ سے بھوک اور پیاس کا احساس نہ ہوتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کو باقی انسانوں کی مثل قرار دیا گیا ارشاد خداوندی ہے **قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الہ واحد** (سورہ کہف، آیت ۱۱۰) آپ فرما دیجئے سوائے اس کے نہیں میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بغور جائزہ لینے والے پر یہ بات مخفی نہیں رہتی کہ اس میں حضور ﷺ کو عام انسانوں جیسا انسان قرار نہیں دیا گیا بلکہ آپ سے الوہیت (معبود ہونے) کی نفی کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی نبوت ورسالت کے بیان سے آپ کی عظمت کو بھی واضح کیا گیا چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات اور کمالات عطا فرمائے تو یہ خدشہ تھا کہ لوگ عیسائیوں کی طرح کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانا، آپ کے بارے میں بھی اسی بدعقیدگی کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے آپ کی زبان مبارک سے اعلان کروایا گیا کہ اے لوگو! جس طرح تم بشر ہو میں بھی بشر ہوں خدا نہیں ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمہارے مثل بشر ہوں بلکہ بشر تم بھی ہو میں بھی ہوں لیکن میری اور تمہاری بشریت میں فرق ہے میری بشریت اپنے جلو میں نبوت اور رسالت کو لئے ہوئے ہے اور مجھے بارگاہ خداوندی سے وحی کا اعزاز حاصل ہے

شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی مدظلہ لکھتے ہیں

ای قل ایها الرسول الکریم الناس مبینالهم حقیقة امرک بعد ان بینت لهم عدم تناهی کلمات ربک قل لهم انما انا بشر مثلکم او جد نی الله تعالیٰ بقدرته من اب حرام کما اوجد کم و تنهی نسبی و نسبکم الیٰ ادم الذی خلقه الله تعالیٰ من تراب و لکن الله عزو جل اختصنی بوحیه ورسالة وهو اعلم حیث بجعل رسالته و امرنی ان ابلغکم ان الهکم و خالقکم و رازقکم و ممیتیکم هو اله واحد لا شریک له لا فی ذاته ولا فی اسماعه ولا فی صفاته. فعلیکم ان تخلصوا له العبادة والطاعة و ان تستجیبوا لما امرکم به ولما انهاکم عنه فانی مبلغ عنه ما کلفنی به (التفسیر الوسیط للقرآن الکریم جلد:۸،ص:۵۸۸)

یعنی اے رسول کریم ﷺ جب آپ نے لوگوں کو بتادیا کہ آپ کے رب کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں (قل لو کان البحر مداد لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی (سورہ کہف آیت:۱۰۹) کی طرف اشارہ ہے) تو اب ان لوگوں پر اپنے معاملے کو حقیقت کو واضح کردیں اور ان سے فرمادیں کہ جس طرح تم بشر ہو میں بھی بشر ہوں (خدا نہیں ہوں) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ مجھے باپ اور ماں سے پیدا کیا جس طرح تمہیں پیدا کیا اور میرا نسب اور تمہارا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی اور رسالت کے ساتھ خاص کیا اور وہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کو کہاں رکھنا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا کہ میں تم تک یہ بات پہنچا دوں کہ تمہارا معبود، تمھارا خالق، تمہارا رازق اور تمہیں موت دینے والا وہ ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں، نہ اس کے اسماء میں اور نہ اس کی صفات میں۔ پس تم پر لازم ہے کہ خالص اسی کی عبادت کرو اور میں تمہیں جس بات کا حکم دوں اسے تسلیم کرو اور جس بات سے روکوں اس سے رُک جاؤ، بے شک میں اس کی طرف سے ہر اس بات کا مبلغ ہوں جس کا اس نے مجھے مکلّف بنایا ہے۔

حضرت شیخ نے وضاحت سے بتادیا کہ اس آیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید کو واضح کرنا ہے تاکہ لوگ حضور ﷺ کی عظمت کو دیکھ کر آپ کو معبود نہ مان لیں۔ رسول کریم ﷺ کو دوسرے لوگوں کی مثل بتانا مقصود نہیں ایک عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے تو اُمتی کس طرح نبی کی مثل ہو سکتا ہے۔ آیت میں جس مثلیت کی ذکر ہے وہ صرف بشر ہونے میں ہے اوصاف اور کمالات میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کی صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رسالہ عقیقہ

سید محمد عبدالعلیم

حامداً و شاکراً للہ جل و مصلیاً و مسلماً علیٰ رسولہٖ محمدِ نِ المصطفیٰ و علیٰ اٰلہٖ الذین ارتضےٰ و اصحابہٖ الـذیـن اجتبٰے یہ جمول وگمنام محمد نظام اس رسالے کے مطالعہ کرنے والوں کی خدمت میں بعد سلام سنت الاسلام کے یہ عرض کرتا ہے کہ اس عرصے میں ایک رسالہ عقیقے کے بیان میں مولوی تراب علی صاحب کی تالیف کہ انہوں نے بہت سی کتابوں سے تلاش کر کے لکھا تھا جن کی تفصیل یہ ہے مشکوٰۃ المصابیح ومرقاۃ المفاتیح وحصن حصین وظفر جلیل وحرز ثمین ومواہب لدنیہ وفتاویٰ قاضی خاں وشرح سفر السعادت وترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق وفتاوی مجمع البرکات وتحفۃ للشتاق فی احکام النکاح والصداق مولانا حسن علی لکھنوی کی تصنیف وشرح مقدمہ امام عبداللہ بن عبدالرحمن شافعی کی تصنیف ورسالہ حقیقۃ العقیقہ وشرعۃ الاسلام ومفاتیح الجنان وعینی وتفسیر زاہدی ومفتاح النجاۃ وجامع الشتی وجامع الصغیر سیوطی وغیرہا اس خاکسار کی نظر سے گذرا۔ چونکہ رسالہ مذکورہ زبان فارسی میں تھا بلکہ اکثر روایات عربیہ کا ترجمہ بھی نہیں تھا اور اکثر مسلمانوں کو ان مسائل کی حاجت پڑا کرتی ہے سو علماء سے پوچھا کرتے ہیں تو بعضے مقام پر عالم میسر نہیں ہوتا پھر اگر عالم ملا تو کبھی یوں ہوتا ہے کہ اس کے پاس کتاب نہیں ہوتی اور مسائل یاد نہیں ہوتے لہٰذا یوں بہتر معلوم ہوا کہ اس کو اردو میں لکھ دیا چاہیئے تا کہ تھوڑا پڑھا آدمی بھی اس کو سمجھ لیوے اور ان پڑھوں کو سمجھا دیا کرے۔ سو یہ ترجمہ ۱۲۶۰ بارہ سو ساٹھ ہجری مقدسہ علی ہاجرہا الصلوٰۃ والسلام میں لکھا گیا اور اس میں جو مطلب مؤلف نے حاشیہ پر لکھا تھا اس کو مع ترجمہ حاشیہ پر لکھا تا کہ اصل کتاب کی مطابقت نہ فوت ہو اور جو مطلب کسی اور کتاب میں نظر پڑا وہ بھی اس میں داخل کیا اور اس کا نام ''النکتۃ الانیقۃ ترجمۃ عجالۃ الدقیقۃ فی مسائلِ العقیقۃ'' ہے اور بجائے بابوں کے اس میں چار دقیقے ہیں۔

پہلا دقیقہ: عقیقے کے لفظ کے معنی کے بیان میں: جاننا چاہیئے کہ عق کی لفظ جو عین کے زبر اور قاف کی تشدید کے ساتھ ہے اس کے معنی لغت میں پھاڑنا اور لڑکی طرف سے قربان کرنا اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہفتے میں اور ماں کے پیٹ کے بال جو لڑکے کے سر پر ہوتے ہیں دور کرنا اور عقیق جو امیر کے وزن پر ہے اور عقہ عین کے زیر اور قاف کی تشدید کے ساتھ اور عقیقہ سفینہ کے وزن پر انسان اور حیوان کے بچے کے بال اور عقیقے کے معنی اونٹ کے بچے کے بال کے بھی ہیں اور بکری اور مینڈھا پہلے جو ہفتے میں لڑکے کے لئے قربان کریں یہ مضمون قاموس اور صراح کا ہے اور سفر السعادت کی شرح میں ہے کہ ابوعبیدہ اور صمعی وغیرہ علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ عقیقہ اصل میں ان بالوں کا نام ہے جو پہلے پہل لڑکے کے سر پر جمتے ہیں اور پیدا ہونے کے وقت موجود ہوتے ہیں اور ان بالوں کا نام عقیقہ اس واسطے رکھا کہ عق کے معنی پھاڑنا اور یہ بال گوشت اور چمڑا پھاڑ کر نکلتے ہیں پھر اب مجاز اس جانور کا نام عقیقہ رکھ دیا جو لڑکے کے لے ذبح ہو اس واسطے کہ لڑکے کے سر کے بال اس جانور کے ذبح کا سبب ہیں تو اس سبب سے سبب کا جو نام تھا وہ مسبب کا ٹھہرایا۔ سو اب یہ مجازی معنی ایسے مشہور ہو گئے کہ عقیقے کے لفظ بولتے ہی جھٹ پٹ وہ جانور ہی بوجھا جاتا ہے اور ابن عبدالبر نے نقل کی ہے کہ امام احمد نے اس معنی کا انکار کیا اور یہ کہ عق کے معنی قطع کے ہیں چنانچہ ماں باپ سے جب اولاد قطع کرتے ہیں تو اس کو عقوق والدین بولتے ہیں اور ذبح کے معنی گردن کاٹنا تو عقیقے کے معنی ذبیحہ ٹھہرے۔ عام لفظ کا استعمال خاص میں کیا حقیقۃ العقیقہ میں مفاتیح الجنان سے نقل کر کے لکھا ہے وھی ای العـقیـقـۃ الشاۃ المذبوحۃ علی ولا دۃ الـمـولـود الـمـولـودِ من العقۃ بالکسرِ و ھی الشعر الذی تولد علیہ مولود من الناس و البھائم ثم سمیت الشاہ بھا لـذبـحـھا عند حلقہ فی الیوم السابع کذا فی مختار الصحاح و فی عقد الاولی العقیقۃ ھی ان تذبح شاۃ عند الحلق اذا اتـی عـلـی الولدِ سبعۃ ایام و فی المرقاۃ نقلا عن المغرب العق الشق و منہ عقیقۃ المولود و ھی شعرُہ لانہ یقطع عـنـہ یـوم اسبـوعہٖ و بھا سمیت الشاۃ التی تذبح عنہ و فی شرح المقدمۃ العقیقۃ لغۃ شعر راس المولود و سرھا ما یـذبـح عـنـد حـلـق شعـرہٖ و فی شرح الاوراد العقیقۃ اصلھا الشعر الذی یکون علی رأس الصبی حین یولد و انما سـمیت الشاہ التی تذبح عنہ فی تلک الحال عقیقۃ لانہ یحلق عنہ ذالک الشعر عند الذبح و یسمی الشئے باسم غیرہٖ اذا کان مجاوراً لہ

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ عق کے معنی پھاڑنا اور عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں کہ لڑکا ان کو لئے پیدا ہوتا ہے، پھر اب جو بکری ان بالوں کو مونڈنے کے وقت ذبح ہو اس کا نام عقیقہ رکھ دیا۔

دوسرا دقیقہ: اس میں دو نکتے ہیں پہلا نکتہ اس میں وہ حدیثیں ہیں جن میں عقیقے کی فضیلت ہے سو نا چاہیئے کہ صحیح بخاری میں سلمان ضبّی کے بیٹے سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ مـع الـغـلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دماً و امیطوا عنہ الاذیٰ یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے سو گراؤ اس کی طرف سے خون اور دور کرو اس سے ایذا کی چیز۔ و فی الـمـرقـاۃ امیطوا عنہ الاذیٰ ای بحلق شعرہٖ و قیل

بتطهیرہ عن الاوساخ التی تلطخ بہ عند الولادۃ و قیل بالختان و ھو حاصل کلام الشیخ تور پشتی یعنی مرقاۃ مشکوٰۃ کی شرح میں ہے کہ مراد ایذا کی چیز دور کرنے سے لڑکے کے سر کے بال منڈوانا ہے اور بعضوں کے نزدیک اس کے تولد کے وقت کی آلائش پونچھنا اور پاک کرنا اور بعضوں کے نزدیک اس کی ختنہ کرنا اور یہی تور پشتی کا مذہب ہے اور ابوداؤد نے ام کرز ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا عن الغلام شاتان و عن الجاریۃ شاۃ و لا یضر کم ذکرانا کن او اناثا یعنی لڑکا پیدا ہونے میں دو بکریاں چاہئیں اور لڑکی میں ایک اور اس میں کچھ تمہارا نقصان نہیں کہ مذکر ہوں یا مؤنث اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے یہ سب مشکوٰۃ میں ہے اور انس بن مالک ﷺ نے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا، لیکن حدیث کی شرح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے اور جامع الاصول میں ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے سمرہ بن جندب سے روایت کی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کل غلام مرتھن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع و یسمی و یحلق راسہ یعنی ہر ایک لڑکا اپنے عقیقے پر گرو ہے کہ ساتویں دن اس کے پیدا ہونے سے ذبح ہو اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈے جاویں۔ جاننا چاہئے کہ مرتھن کا لفظ جو حدیث میں ہے اس کے معنی مرہون کے ہیں اس واسطے کہ مرتھن اس کو کہتے ہیں جو اپنے پاس چیز گرو رکھے اور جو چیز گرو رکھی جاوے اس کو مرہون اور رہینا و رہینہ کہتے ہیں۔ اس مقام پر ایک سوال ہے جواب کے قابل وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ لڑکا عاقل، بالغ مکلّف نہیں ہے کہ اس پر احکام شرع جاری ہوں اور عقیقہ کرنے میں ثواب اور ترک میں مواخذہ ہو پھر یہ جو حدیث میں فرمایا کہ ہر ایک لڑکا اپنے عقیقے پر گرو ہے اس کا کیا مطلب تو اس سوال کا جواب کئی طور پر ہے۔ اول یہ کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کے معنی یوں بیان کئے کہ عقیقے کی تاکید اور رغبت اور نہ کرنے پر وعید سے مراد یہ ہے کہ اگر لڑکے کا عقیقہ نہ کریں اور لڑکا کچپن میں مرجاوے تو قیامت کے دن اپنے ماں باپ کی شفاعت نہ کرے گا تو جیسے گرو کی چیز بند ہوتی ہے اور اس سے فائدہ لینا منع ہوتا ہے ویسا ہی لڑکے کی شفاعت بند اور ممنوع ہوئی۔ ماں باپ کے حق میں اور رہن کے معنی لغت میں حبس اور منع کے ہیں۔ طیبی نے لکھا ہے کہ تعجب نہیں کہ امام احمد نے یہ معنی صحابہ تابعین سے سنے ہوں اور وہ خود بڑے مجتہدوں میں ہیں تو ہم کو لازم ہے کہ ان کا قول مانیں اور ان کے حق میں نیک گمان کریں اور شیخ تور پشی نے اس معنوں میں خلل نکالا ہے کہ حدیث کے لفظ سے ہرگز یہ معنی نہیں بوجھے جاتے بلکہ اس میں جو فرق ہے سو بڑے لوگ درکنار ادنیٰ آدمی جان سکتا ہے اور یہ کہنا کہ امام احمد نے یہ معنی صحابہ اور تابعین سے سنے ہوں گے یہ تو ایک غیب کی بات بیان کرنا ہے جس کی کچھ سند نہیں اور ان کا قول مان لینا ان کے مقلدوں کو چاہئے مجتہد جو خود محقق ہو وہ کیوں مانے۔ فی شرح المقدمہ معناہ ماذھب الیہ احمد انہ اذا لم یعق عنہ لم یشفع فی والدیہ یوم القیامۃ و فی مرقاۃ المفاتیح نقلا عن شرح السنۃ قد تکلم الناس علیٰ اقوال و اجودھا ما قالہ احمد بن حنبل معناہ انہ اذا مات طفلاً و لم یعق عنہ لا یشفع فی والدیہ و روی عن قتادۃ انہ یحرم شفاعتھما و قال لا ریب فی ان الامام احمد بن حنبل ما ذھب الیٰ ھذا القول الا بعد ما اخذہ من الصحابۃ والتابعین علی انہ امام من الائمۃ الکبار فیجب ان یتلقیٰ کلامہ بالقبول و یحسن الظن بہ انتھیٰ و فیہ ان الحکم بتلقیٰ ھذا المعنیٰ من الصحابۃ والتابعین من علم الغیب و ان وجوب قبول کلامہ انما یکون بالنسبۃ الی مقلدیہ لا بالنسبۃ الی العلماء المجتھدین الذین خرجوا عن ربقۃ التقلید و دخلوا فی مقام تحقیق الادلۃ والتایید۔ اس عبارت کا مطلب وہی ہے جو اوپر لکھا گیا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب تک لڑکے کا عقیقہ نہ ہو جاوے تب تک اس کا نیکیاں حاصل کرنا اور آفتوں سے بچنا اور اچھی اچھی صفتیں اس میں جمع ہونا بند اور موقوف رہتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ لڑکے کا ایسا حال ہے کہ جیسے کوئی چیز گروی ہوتی ہے کہ جب تک اس کے عوض کا مال نہ دے تو تب تک اس سے نفع لینا درست نہیں سو ایسے ہی لڑکے کا جب تک عقیقہ نہ کرلو تب تک اس سے پورا فائدہ نہیں اس واسطے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نعمت عنایت ہوتی ہے سو اس کا شکر واجب ہے۔ یہ معنی حدیث کے شیخ تور پشی نے اختیار کئے اور یہ شرح سفر السعادت میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے افاد مولانا علی ن القاریؒ فی شرحہ للمشکوۃ و یحتمل انہ اراد بذالک ان سلامۃ المولود و نشوہ علی النعت المحبوب بالعقیقۃ و قال الشیخ تور پشتی معنی الحدیث ان الطفل کاشئی المرھون لا یتم الانتفاع والاستمتاع بہ دون فکہ والنعمہ انما تتم علی المنعم علیہ لقیامہ بالشکر و طریقۃ الشکر فی ھذہ النعمۃ ما سنہ النبی ﷺ و ھو ان یعق عن المولود شکراً للہ تعالیٰ و طلبا لسلامۃ المولود یہ عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی ہے اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ لڑکا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس نعمت کا شکر نبی ﷺ سے عقیقہ ثابت ہوا ہے۔ کہ اس میں اللہ کا شکر اور لڑکے کی سلامتی کی طلبی ہے۔

دوسرا نکتہ: اس اختلاف کے بیان میں کہ لڑکی لڑکا دونوں برابر ہے یا مختلف مطلب یہ ہے کہ لڑکی لڑکا دونوں کے لئے ایک ایک بکری چاہیئے یا یہ کہ لڑکا ہو تو دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری درکار ہے سو اکثر علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ لڑکا ہونے میں دو اور لڑکی ہونے میں ایک بکری ذبح کریں اور اسی پر اہل علم کرتے رہے یہی مذہب بہت قوی اور ٹھیک ہے۔ اس واسطے کہ یہ حدیث جو اوپر گزری کہ عن الغلام شاتانِ یعنی لڑکا ہونے میں دو بکریاں ذبح ہوں بہت قوی اور صحیح ہے۔ بہت سے بڑے بڑے صحابہ اس کے راوی ہیں چنانچہ ترمذی سے نقل ہے کہ اس مقدمے کی حدیث کی روایت حضرت علی اور حضرت عائشہ اور ام کرز و بریدہ و سمرہ و ابو ہریرہ و عبداللہ بن عمرو انس و سلمان بن عامر اور ابن عباس ایسے ایسے اکابر اصحاب ؓ کی اور ام کرز ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ لڑکی لڑکا برابر ہیں ہر ہر سے ایک ایک بکری ذبح کریں چنانچہ یہ مضمون حقیقۃ العقیقۃ میں موجود ہے۔ اما عدد الشاۃ ففی الحدیث عن الغلام شاتان و عن الجاریۃ شاۃ و بہٖ قال جمع و منھم الشافعی و سوی قوم بین الغلام والجاریۃ عن کل شاۃ و جو قول مالک اور بعضے علماء ایک بکری ذبح کرنے میں دو حدیثوں کی سند لاتے ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے عن محمد بن علی بن حسین عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنھم قال عق رسول اللہ ﷺ عن الحسن شاۃ و قال یا فاطمۃ احلقی راسہ و تصدقی بزنۃ شعرہٖ فضۃ فوزناہ فکان وزنہ درھما او بعض درھمٍ رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث حسن غریب و اسنادہ لیس بمتصل لان محمد بن علی بن حسین لم یدرک علی ابن ابی طالب لذا فی مشکوٰۃ المصابیح۔ یعنی امام محمد باقر امام زین العابدین کے بیٹے امام حسین ؓ کے پوتے نے علی ابن ابی طالب ؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے امام حسن ؓ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اور حضرت فاطمہ زہرا ؓ کو فرمایا کہ اس کا سر مونڈ و اور بالوں بھر چاندی خیرات کر۔ سو تولے ہم نے وہ بال تو ایک درہم بھر نکلے اور یہاں راوی کو شک ہے کہ حضرت علی ؓ نے ایک درہم بھر فرمایا کہ کچھ کم یا اس کو حضرت علی ؓ نے تخمیناً فرمایا ہو اصل حال خدا جانے۔ اس حدیث کے راوی ترمذی ہیں اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں اس واسطے کہ امام باقر ؓ نے حضرت علی ؓ کو نہیں پایا۔ یہ مضمون مشکوٰۃ کا ہے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عقیقہ لڑکے کا ایک بکری ہے۔ فی المرقاۃ نقلا عن شرح السنۃ اختلفوا فی التسویۃ بین الغلام والجاریۃ فذھب قوم الی التسویۃ بینھما بان یعق عن کل واحدٍ منھما شاۃ واحدۃ بھٰذا الحدیث و عن ابن عمر یعق عن الذکور والاناث شاۃ و مثلہ عن عروۃ بن زبیر و ھو قول مالک یعنی مرقاۃ میں شرح السنۃ سے نقل کیا ہے کہ لڑکا لڑکی کی برابری میں عالموں کا اختلاف ہے سو ایک گروہ تو برابری کی طرف گئے ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ابن عمر سے روایت ہے کہ مذکر اور مؤنث کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی جاوے اور ایسے ہی عروہ بن زبیر ؓ سے روایت ہے اور یہی امام مالک ؓ کا قول ہے۔ اور دوسری حدیث یہ ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا رواہ ابو داؤد و عن النسائی کبشین کبشین کذا فی المشکوٰۃ یعنی ابن عباس ؓ نے روایت کی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے حضرت امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ کا عقیقہ ایک ایک دنبے سے کیا اور نسائی کی روایت میں دو دو دنبے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کا علماء نے کئی وجہ سے جواب دیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت حسنین ؓ کے عقیقے کا حکم ام کرز ؓ کی حدیث سے منسوخ ہو گی اس واسطے کہ حضرت امام حسن ؓ کا تولد جس سال جنگ احد واقع ہوئی اس سال ہوا اور اس کے دوسرے برس امام حسین ؓ پیدا ہوئے اور ام کرز ؓ کی حدیث ہجری کے چھ برس بعد جس سال جنگ حدیبیہ درپیش ہوئی تب کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ پچھلی حدیث پہلی کی ناسخ ہوتی ہے تو یہ سند ٹھیک نہ ہوئی۔ دوسری وجہ یہ کہ پیغمبر کا قول پیغمبر کے فعل سے زیادہ قوی اور پوری دلیل حکم کی ہے کیونکہ فعل کبھی حضرت کو خاص ہوتا ہے اور کسی کو ویسا کرنا درست نہیں ہوتا بخلاف قول کے کہ اس میں کسی شخص کی خصوصیت کا احتمال نہیں مگر ہاں جب حضرت ﷺ خود کسی کو خاص فرما دیں تو بات جدا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ پیغمبر کے فعل سے فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کام جائز ہے برا نہیں اور قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام مستحب ہے اس واسطے کہ شارع جس کام کا حکم کرے اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ مستحب ہو۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بڑائی دی ہے چنانچہ میراث میں مرد کا حصہ عورت سے دونا مقرر کیا اور ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ٹھہرائی اور نماز میں عورت کی امامت درست نہیں۔ عورت کو ملک کی حکومت اور امامت کا حکم نہ کیا تو ضرور ہوا کہ عقیقے میں بھی مرد و عورت میں فرق اور امتیاز ہو اور یہ فرق دو ہی طور سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ لڑکے کے لئے عقیقہ ہو اور لڑکی کیلئے نہ ہو جیسے مرد کی امامت درست ہے اور عورت کی نہیں دوسرے یہ کہ لڑکے کے تولد میں دو بکریاں ذبح ہوں اور لڑکی کے تولد میں ایک ذبح ہو۔ سو پہلا طور تو نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ لڑکی کے عقیقے کے مقدمے میں حدیثیں موجود ہیں تو باقی رہا دوسرا طور تو اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جن حدیثوں میں لڑکے کے تولد میں دو بکریاں اور لڑکی کے تولد میں

ایک بکری ثابت ہوتی ہے وہ راجح اور قوی ہیں اور یہی مطلب ہے یہ سب مضمون سفر السعادۃ کی شرح میں شیخ عبدالحق دہلویؒ نے لکھا ہے پانچویں وجہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے حضرت امام حسن ؓ کے تولد میں جو ایک بکری ذبح کی اور سے فقط اتنا معلوم ہوا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ دونوں بکریاں پیدا ہونے کے ساتویں ہی دن ذبح کریں تو پس اس میں احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بکری امام حسن ؓ کے تولد کے دن ذبح کی ہو اور دوسری ساتویں دن یہ مضمون مرقاۃ کا ہے اور محققوں نے اس مقام یہ ہی اختیار کیا ہے کہ بہتر اور افضل تو یہ ہے کہ لڑکے کے لئے دو بکریاں ہوں پھر اگر ایک ہی ہو تو بھی جائز ہے اور لڑکی کے واسطے ایک ذبح کریں اور جاننا چاہیئے کہ لڑکے کے تولد سے بہت خوشی نہ کریں (شرعۃ الاسلام میں ہے کہ جس شخص کو لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری دی جائے تو سنت ہے کہ وہ خوش ہو اور اس کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت جانے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرزند کی خوشبو بہشت کی خوشبو میں سے ہے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اولاد دنیا میں نور ہے اور آخرت میں سرور ہے اور لڑکیوں کے پیدا ہونے میں بہت سا خوش ہونا چاہیئے کہ اس میں کفار کی مخالفت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ عورت کی برکت ہے کہ پہلے اس کے لڑکی پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’جس کو چاہتا ہے مؤنث دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مذکر دیتا ہے۔‘‘ سو مؤنث کے مقدم کرنے سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے تولد میں بہت خوش ہونا چاہیئے۔) اور لڑکی کے تولد میں غمگین نہ ہوں کہ لڑکیوں کا ثواب بہت ہے اور بہت لڑکے والوں نے آرزو کی ہے کہ کاش ہمارے لڑکا نہ ہوتا لڑکی ہوتی۔ یہ مضمون مسائل اربعین اور سراج المنیر کا ہے۔

تیسرا دقیقہ: اس بیان میں کہ عقیقہ سنت ہے یا واجب سو جاننا چاہیئے کہ امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک عقیقہ سنت ہے۔ شرح مقدمہ میں ہے **العقیقة سنة مو کدة للخبر السابق و غیرہ** یعنی عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اگلی حدیث کی دلیل سے اور سوا اس کے اور حدیثیں بھی موجود ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ امام احمد کے نزدیک واجب ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک سنت نہیں مباح ہے۔ **فی الرسالة المترجمة بحقیقة العقیقة فاقلا عن مجموع الروایات العقیقة سنة عند الشافعی و واجبة عند بعض الناس و عند نا لیست بواجبة ولا سنة لقولہٖ علیه الصلوٰة والسلام نسخت الضحیة کل دم قبلها** ۔ یعنی اس رسالے میں جس کا نام حقیقۃ العقیقۃ ہے مجموع الروایات سے نقل کر کے لکھا ہے کہ عقیقہ امام شافعی کے نزدیک سنت اور بعضے لوگوں کے نزدیک واجب ہے اور ہمارے عالموں کے نزدیک نہ واجب ہے نہ سنت ہے۔ اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قربانی نے اپنے پہلے کے سب خون منسوخ کر دیئے اور بعضوں نے یہ زعم کیا ہے کہ عقیقہ امام ابو حنیفہ ؒ کے نزدیک بدعت ہے لیکن محققین حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ بدعت کی نسبت امام صاحب ؒ کی طرف صریحاً افترا ہے بلکہ حنفیوں کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے امام محمد ؒ کے مؤطا میں ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسم تھی سو پہلے اسلام میں جاری رہی پھر اس کے بعد قربانی نے سب اگلے ذبح منسوخ کر دیئے جیسے کہ رمضان کے روزوں نے سب روزے منسوخ کر دیئے۔ اور جیسے جنابت کے غسل نے سارے پہلے غسل منسوخ کر دیئے اور زکوٰۃ نے بالکل پیشتر کے صدقت منسوخ کر دیئے ایسا ہی مضمون شرح سفر السعادۃ کا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

چوتھا دقیقہ: اس میں دو تتمے ہیں پہلا تتمہ: اس میں کئی فائدے مذکور ہیں جو عقیقے سے تعلق رکھتے ہیں معلوم کیا چاہیئے ایک لڑکوں کا حق ماں باپ کے ذمے پر یہ ہے کہ پیدا ہونے سے ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کریں لیکن اس لڑکے کے مال سے نہ کریں پھر اگر اس کے مال سے کیا تو تاوان یعنی بدلہ دینا لازم ہوگا سو اگر باپ کو عقیقے کا مقدور نہ ہو اور ماں سے ہو سکتا ہے تو ماں ہی کر دے۔ چنانچہ شرح مقدمے میں لکھا ہے **والمخاطب بها من علیه نفقة الولد فلیس للولی فعلها من مال ولدہٖ لانها تبرع فان فعل ضمن ولا تخاطب بها الام الا عند اعسار الاب** یعنی عقیقے کا حکم اس پر ہے جس پر لڑکے کا کھانا کپڑا واجب ہے سو لڑکے کے ولی کو اس کے مال سے عقیقہ کرنا درست نہیں اس واسطے کہ عقیقہ نفل ہے اپنی طرف سے احسان سو اگر اس کے مال سے کیا تو ضمان دینا ہوگا اور ماں کو عقیقے کا حکم نہیں مگر جب باپ بے مقدور ہو تو البتہ ماں کر دے اور عقیقہ کیا ہے۔ لڑکا پیدا ہونے میں دو بکریاں اور لڑکی کے تولد میں ایک بکری ذبح کرنا اور اگر ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو امام شافعی سے روایت ہے کہ چودھویں دن کرے اور اگر اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن کرے اور اگر اس دن بھی اتفاق نہ ہو تو اٹھائیسویں دن کرے اور اگر اس دن بھی رہ جائے تو پینتسویں ۳۵ دن کرے اور اگر اس دن بھی موقوف رہے تو جب بیالیس ۴۲ گذر جائیں تب یہ سنت ادا کرے اسی طرح سات سات دن بڑھاتا جائے پھر اگر مہینے گزر جائیں تو بھی سات کا حساب لگاتا جائے مثلاً سات مہینے بعد یا چودہ مہینے بعد یا اکیس مہینے بعد پھر اسی طرح برسوں کا شمار کرے سات برس، چودہ برس یا اکیس برس اور علیٰ ہذا القیاس اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ فرزند کے تولد میں ایک بکری تو اس کے پیدا ہونے کے دن ذبح کریں اور دوسری ساتویں دن اور عقیقے کے جانور میں شرط

ہے کہ موٹا اور تندرست اور ہاتھ پاؤں سے سلامت ہو جیسے قربانی کا جانور چنانچہ شرح المقدمہ میں ہے وھی کالاضحیة فی سنھا و جنسھا و سلامتھا مما یمنع الاجزاء و فی افضلھا والاکل منھا والتصدق والاھداءِ والادخارِ و فی امتناعِ نحو البیع و فی التعین بالتعین واعتبار النیة و فی غیر ذالک. یعنی قربانی کے جانور کی طرح عقیقے کے جانور کا بھی لحاظ کریں۔ اس کی عمر میں یعنی جیسا وہ ہوا چاہیئے (چھ مہینے کا دنبہ، ایک برس کی بکری و مینڈھا اور دو برس کی گائے بھینس اور پانچ برس کا اونٹ قربانی کی طرح عقیقے میں بھی درست ہے، اس سے کم عمر کی درست نہیں، زیادہ کا مضائقہ نہیں) اور جنس میں یعنی جیسے قربانی کرنا مینڈھے اور دنبے اور اونٹ اور گائے کے حصے سے درست ہے ویسے ہی عقیقہ درست ہے اور جیسا اس کا بدن بے عیب چاہیئے کہ قربانی کو کفایت کرے ویسا ہی یہ اور جیسا اس میں اچھا جانور چاہیئے ویسے ہی اس میں اور جو اس کو کھائے سو اس کو کھاوے اور جیسے اس کو خیرات کریں ویسے اس کو خیرات کریں اور جیسے وہ دوستوں کو تحفہ بھیجا جائے ویسے ہی یہ اور جیسا وہ باسی رکھا جائے ویسے ہی یہ اور جیسا اس کا بیچنا منع ہے ویسا ہی اس کا اور جیسا وہ معین کرنے سے معین ہو جاتا ہے ویسے ہی یہ اور جیسے اس میں نیت کا اعتبار ہے ویسے ہی اس میں اور اس کے سوا اور چیزوں میں قربانی اور عقیقے کا ایک ہی حکم ہے اور عقیقے کے جانور کی ہڈیاں اس طرح علیحدہ کریں کہ ٹوٹ نہ جائیں اس واسطے کہ ہڈی نہ ٹوٹنے میں لڑکے کی سلامتی تفاؤل ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے ولا یکسر للعقیقة عظم من عظامھا بل یقطع من المفاصل کہ عقیقے کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ جوڑوں سے چھڑا لیا جائے اور مشکوۃ کے ترجمے میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ ہڈی توڑی جائے اور میزان شعرانی میں ہے کہ امام شافعی اور احمد کے نزدیک مستحب ہے کہ ہڈی نہ توڑی جائے اور بعضے علماء ہڈی توڑنے کو مستحب کہتے ہیں کہ اس میں لڑکے کی تواضع اور انکسار کی فال ہے۔ جاننا چاہیئے کہ بہتر تو یہ ہے کہ عقیقے کو لڑکے کا باپ یا دادا یا چچا کرے یا ان کا نائب یعنی جس کو یہ کہیں وہ ذبح کرے اور نہیں تو جو کوئی ہو اور یہ بھی عقیقے کے تابع ہے کہ بعد ذبح کے مولود کے سر کے بال منڈوا کے بالوں بھر چاندی یا سونا تول کے محتاجوں کو دے دیویں اور بال زمین میں گاڑ دیں یہ مضمون طیبی مشکوۃ کی شرح کا ہے اور اس لڑکے کے سر پر کوئی خوشبو کی چیز جیسے زعفران اور صندل ملیں اور جاہلیت کی رسم تھی کہ جب جانور ذبح کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو اس جانور کے تھوڑے بال لے کر اس کی گردن کی رگوں کے مقابل رکھتے تھے اور جو خون ان رگوں سے نکلتا تھا اس میں ان بالوں کو تر کرکے سر پر ملتے تھے کہ کون کی لکیریں اس کے سر پر بن جائیں۔ بعد اس کے سر کو دھو کر منڈواتے تھے اس کو تدمیہ کہتے ہیں۔ یہ بری رسم ہے اس سے پرہیز کریں۔ فی شرح المقدمة و یکرہ تلطیخ راس المولود بالدم لانہ فعل الجاھلیة اور مشکوۃ میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کنا فی الجاھلیة اذا ولد لاحد نا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمھا فلما جآء الاسلام کنا نذبح الشاۃ یوم السابع نحلق راسہ ونلطخہ بزعفران رواہ ابو داؤد و زاد رزین و نسمیہ. یعنی جاہلیت کے زمانے میں ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم میں کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ایک بکری ذبح کرتے تھے اور اس کا خون اس لڑکے کے سر پر لگاتے تھے پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے تھے اور اس کا سر منڈواتے تھے اور سر پر زعفران لگاتے تھے۔ اس حدیث کے راوی ابوداؤد ہیں اور رزین نے اتنی لفظ اور بڑھائی کہ ہم اس کا نام رکھ دیتے تھے اور خطابی کہتے ہیں کہ اس لڑکے کا سر خون سے بھر کر نجس کرانا کیونکر درست ہو حالانکہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مولود سے ایذا کی چیز اور نجاست دور کرو اور عقیقے کا گوشت بانٹنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سر اس جانور کا مونڈنے والے کو دیں اور ایک ران جنائی کو دیں بعد اس کے باقی گوشت کے تین حصے کریں سو ایک تو فقیروں محتاجوں کو دیں اور دو حصے اقربا اور ہمسایہ کو تقسیم کریں یہ تقریر مسائل اربعین کی ہے اور عقیقے کا چمڑہ اور سر اور پائے گاڑنا جو مشہور ہے سو اس کا کسی کتاب میں کچھ اثر نہیں معلوم ہوتا تو ظاہر یہ ہے کہ ناجائز ہو اس لئے کہ اس میں تلف مال ہے اور مال کا تلف کرنا شرع میں درست نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی کتابوں میں مذکور ہے کہ عقیقے کا گوشت پکا کر تقسیم کرنا بہتر ہے اور اگر شیریں پکوا دیں تو اور بھی بہتر ہے کہ اس میں لڑکے کی شیرینی اخلاق کی فال ہے چنانچہ یہ مضمون شرح مقدمہ میں موجود ہے۔ و ان یطبخ بحلو تفاولاً بحلاوۃ اخلاق المولود . اور یہ جو مشہور ہے کہ عقیقے کا گوشت عقیقے والے ماں باپ دادی، دادا، نانا، نانی، بیٹی، بیٹا، پوتی، پوتا نہ کھائیں سو مسلمانوں اور صالحوں کی رسم ہے۔ ماراہ المومنون حسناً فھو عند اللہ حسن. بلکہ خاتم المحدثین نے حدیث کل غلام مرھون بعقیقتہٖ سے نکالا ہے کہ اس حدیث میں رہن کا لفظ کہ گرو کی معنی میں ہے فدیہ دینے پر دلالت کرتا ہے اسی واسطے ماں باپ وغیرہ کو کہ اس کی طرف سے فدیہ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں کھانا مکروہ ہے۔ چنانچہ اسی سبب سے مسلمانوں کی عادت جاری ہے کہ ماں باپ اس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقہاء کی فہم کے موافق اس حدیث میں اس معنی کی طرف لطیف اشارہ ہے چنانچہ یہ تقریر تحفۃ المشتاق فی بیان النکاح والصداق میں موجود ہے اور عقیقہ میں اونٹ اور گائے بھی ذبح کرنا درست ہے اور ان دونوں کا ساتواں حصہ بمنزلہ ایک بکری کے ہے سبع

البدنة او البقرة و كشاة شرح مقدمہ کی عبارت موجود ہے یعنی ساتواں حصہ اونٹ یا گائے کا ایک بکری کا حکم رکھتا ہے اور جب ارادہ ذبح کا کرے تو یہ دعا پڑھے بسم الله الله اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ اللھم ھذہٖ عقیقة ابنی فلان دمھا بدمہٖ ولحمھا بلحمہٖ وعظمھا بعظمہٖ وجلدھا بجلدہٖ و شعرھا بشعرہٖ اللھم اجعلھا فداء لابنی من النار ۔یعنی اے اللہ یہ عقیقہ میرے بیٹے کا ہے جس کا فلاں نام ہے۔اس کا خون اُس کے خون کے بدلے اور اس کا گوشت اُس کے گوشت کے بدلے اور اس کی ہڈی اُس کی ہڈی کے بدلے اور اس کا چمڑا اُس کے چمڑے کے بدلے اور اس کے بال اُس کے بالوں کے بدلے بار خدایا کر دے اس عقیقے کو میرے بیٹے کا اُول آگ سے۔ پھر اگر ذبح کرنے والا لڑکے کا باپ نہ ہو کوئی اور ہو تو اس کا اور اس کے باپ دونوں کا نام لے کہ یہ عقیقہ فلانے کے بیٹے فلانے کا ہے اور اگر مولود مؤنث ہو تو ضمیر مذکر کو مؤنث کر دے یعنی دمھا بدمھا آخر تک پڑھے۔ بعد اس کے یہ دعا بھی پڑھ لے تب ذبح کرے۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض علیٰ ملة ابراھیم حنیفاً و ما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک له و بذالک امرت وانا من المسلمین اللھم منک و لک بسم الله الله اکبر ۔یعنی میں نے منہ کیا اس کی طرف جس نے زمین وآسمان بنائے ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کی طرف ہے جو پروردگار ہے عالم کا کوئی نہیں اس کا شریک اور یہ حکم مجھ کو ہوا اور میں حکم برداروں سے ہوں اے اللہ تجھی سے اور تیرے لئے ہے سب کچھ اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں اور اللہ بہت بڑا ہے۔

دوسرا تتمہ: اس میں ان حقوق کا بیان ہے جو اولاد کے ماں باپ کے ذمے پر ہیں سو دریافت کیا چاہیئے ایک حق یہ ہے کہ اولاد پیدا ہو تو اس کو نہلائیں اور سفید کپڑے میں اس کو لیویں اور زرد کپڑے سے بچائیں۔ چنانچہ حقیقة العقیقہ میں شرع سے نقل کر کے لکھا ہے کہ "یغسل و یلف المولود فی خرقة بیضاء نقیة ولا یلف فی خرقة صفرآء" دوسرا حق یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان کہے عن ابی رافع قال رایت رسول الله ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوٰة رواه الترمذی و ابوداؤد و قال الترمذی ھذا الحدیث حسن صحیح ۔یعنی ابورافع سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو نماز کی اذان دیتے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں جب وہ پیدا ہوئے اور مفتاح النجاۃ میں ہے کہ جب ایک امام دونوں اماموں یعنی حسنین رضی اللہ عنہما میں سے پیدا ہوئے تو پیغمبر خدا ﷺ نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کے کوئی اولاد پیدا ہو تو چاہیئے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے اس کی برکت سے لڑکا مرض ام الصبیان سے محفوظ رہے گا۔ سید نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کان عمر بن عبد العزیز یوذن فی الیمنیٰ و یقیم فی الیسریٰ اور شرح مقدمہ میں ہے و یسن ان یوذن فی اذن الولد الیمنےٰ و ان یقام فی الیسریٰ للاتباع ولانه یمنع ضرر ام الصبیان اس کا مطلب وہی ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی روایت کا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اذان کہنا اس واسطے مسنون ہوا کہ لڑکے کو پہلے ہی دنیا میں آتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنایا چاہیئے۔ پھر اذان کی تخصیص اس واسطے ہے کہ اس سے شیطان بھاگتا ہے اور رزیں کی روایت میں آیا ہے کہ قل ہو اللہ بھی پڑھے اور روضے میں ہے کہ مستحب ہے کہ لڑکے کا کان میں کہے اللھم انی اعیذ ھا بک و ذریتھا من الشیطان الرجیم. یعنی اے اللہ میں اس اولاد کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے یہ مضمون مشکوٰۃ کی شرح اور شرح سفر السعادت کا ہے۔ تیسرا حق یہ ہے کہ اس لڑکے کے تالو میں کوئی میٹھی چیز ملیں جیسے خرما یا شہد اس میں تفاول ہے کہ اس کو اللہ ایمان کی مٹھائی نصیب کرے۔ حقیقة العقیقہ میں ہے ویحنک بالتمر فی التاج المصادر التحنیک کام کودک مالیدن اے یمضغ له التمر ثم یطعم و فی العینی شرح البخاری و یستحب تحنیکه الیٰ صالح یحنکه فان قلت ماالحکمة فی تحنیکه قلت قال بعضھم یصنع ذالک بالصبیی لیتمرن علی الاکل و یقوی علیه فیا سبحان الله ما ایراد ھذا الکلام و این وقت الاکل من وقت التحنیک وھو حین یولد و الاکل غالباً بعد سنتین او اقل او اکثر والحکمة فیه ان یتفاول له بالایمان لان التمر ثمره الشجرة التی شبھھا رسول الله ﷺ بالمومن بحلاوتہٖ ایضاً والاولیٰ فی التحنیک التمر فان لم یتبسر فالرطب و الا فشئی حلو و عسل النحل اولیٰ من غیرہٖ ثم ما لم تمسه النار. یعنی تحنیک کیا جاوے لڑکا چھوارے سے تاج المصادر لغت کی کتاب میں لکھا ہے کہ تحنیک کے معنی لڑکے کا تالو ملنا مطلب یہ ہے کہ چھوہارا چبا کر اس کو کھلانا۔ اور عینی شرح بخاری کی شرح میں ہے کہ مستحب ہے لڑکے کی تحنیک اور لے جانا کسی اچھے آدمی کے پاس کہ وہ تحنیک کرے۔ پھر اگر تو کہے کہ تحنیک میں کیا حکمت ہے تو میں کہوں گا کہ بعضوں کا قول تو یہ ہے کہ اس واسطے تحنیک کرتے ہیں کہ اس کو کھانے کی عادت ہو رہے یعنی ہو کھانے کا خوگر ہو جائے اور قوت حاصل ہو اس کو کھانے

پر سو یہ بات بڑے تعجب کی ہے اے سبحان اللہ کہاں کھانے کا وقت کہاں تحنیک کا وقت۔ تحنیک پیدا ہونے کے وقت ہوتی ہے کھانا کم وبیش دو برس کے بعد ہوتا ہے۔ حکمت۔ اس میں لڑکے کے ایمان کی تفاول ہے۔ اس واسطے کہ چھوہارا ایسے درخت کا پھل ہے کہ اس کو اور اس کی شیرینی کو رسول خدا ﷺ نے مومن سے تشبیہ دی ہے اور بہتر یہ ہے کہ خشک چھوہارے سے تحنیک کریں پھر اگر نہ میسر ہو تو تر ہی چھوہارا سہی اور یہ بھی نہ ہو تو جو میٹھی چیز بہم پہنچے اور مکھی کا شہد بہتر ہے اور شیریں چیز سے۔ پھر اس کے بعد کو ایسی چیز ہو کہ آگ میں نہ پکی ہو۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خرما چبا کر عبداللہ بن زبیر ؓ کے منہ میں ڈالا تو پہلی چیز کہ اس کے شکم میں گئی حضرت کے دہن مبارک کا لعاب ہی تھا بعد اس کے حضرت ﷺ نے خرما ان کے تالو میں ملا۔ پہلا لڑکا کہ اسلام کے زمانے میں پیدا ہوا ابن زبیر ؓ ہی تھے۔ ان کی پیدائش کی مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی تھی سبب یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ یہودیوں نے سحر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اولاد نہ پیدا ہو یہ مضمون جامع شتی کا ہے۔

چوتھا حق یہ ہے کہ اس کا کسی صالحہ شریف القوم عورت کا دودھ پلائے فاسقہ اور اجلاف عورت کے دودھ سے بچائے۔ اور سنت تو یہی ہے کہ خود ماں ہی پالے۔ حدیث میں ہے کہ لیس للصبی خیر من البن امہٖ یعنی نہیں بہتر ہے لڑکے کے حق میں اس کے ماں کے دودھ سے یہ مضمون شرعۃ الاسلام کا ہے۔

پانچواں حق: یہ ہے کہ لڑکے کے رونے سے تنگ دل اور ملول نہ ہونا چاہیئے کہ روتے وقت لڑکا حق تعالیٰ کی حمد اور والدین کے لئے دعا اور استغفار کرتا ہے اور بعض اخبار میں وارد ہے کہ فرزند مومن چار مہینے تک لا الہ الا اللہ کہا کرتا ہے بعد اس کے چار مہینے محمد رسول اللہ کہتا رہتا ہے بعد اسکے چار مہینے تک اللھم اغفرلی و الوالدی کا ورد کرتا ہے اور کافر کا لڑکا بھی کلمہ پڑھتا ہے لیکن دعا اور استغفار کی جگہ لعنۃ اللہ علی والدی کہتا ہے یہ سب تقریر شرح شرعۃ الاسلام میں ہے۔

چھٹا حق: یہ ہے کہ پیدا ہونے کے ساتویں دن اس بچے کا اچھا نام رکھے۔ شرعۃ الاسلام میں ہے و یحسن اسم ولدہٖ فانہ یدعیٰ یوم القیامۃ باسمہٖ واسم ابیہ و یسمیہ باسم من اسمآء الانبیاء صلوات اللہ علیھم اجمعین و احق ما یسمیٰ بہ الولد عبد اللہ و عبد الرحمٰن و نحو ذالک یعنی اچھا نام رکھے اپنی اولاد کا کہ قیامت کے دن وہ اپنے نام اور اپنے باپ کے نام سے پکارا جائے گا اور پیغمبروں کے نام پر نام رکھے اور بہت بہتر نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور اس کے سوا جس نام میں عبد کا لفظ یا امہ کی لفظ ہو اللہ تعالیٰ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو جیسے عبداللہ مذکر کا نام اور امۃ اللہ مؤنث کا نام یا اللہ دیا اور اللہ دی اور خدا بخش وغیرہ نام اور ترمذی میں ابن عمر کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ساتویں دن لڑکے کے نام رکھنے کا حکم دیا مشکوٰۃ میں ہے احب الاسمآءِ الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ و عبدالرحمٰن و اصدقھا ھمام و الحارث یعنی بہت پیارا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ وعبدالرحمٰن ہے اور بہت سچا نام ہمام اور حارث ہے۔ فائدہ عبداللہ وعبدالرحمٰن اس واسطے اچھا نام ٹھہرا کہ اس نام سے بندگی کی صفت کہ حقیقت انسان کی ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہوتی ہے اور ہمام اور حارث اس واسطے سچا نام مقرر ہوا کہ ہمام کے معنی ہیں اندوہناک اور کوئی شخص دنیا میں غم اور اندوہ سے خالی نہیں اور حارث مشتق ہے حرث سے جس کے معنی کسب اور زراعت کے ہیں اور دنیا میں سب لوگ کاسب ہیں جو کچھ یہاں بوئیں گے وہاں کاٹیں گے۔ ”الدنیا مزرعۃ الاخرہ“ اور یہ روایت ہے کہ ”خیر الاسمآء ما حمد و عبد“ یعنی بہتر نام وہ ہے جو حمد اور عبد سے نکلا ہو۔ جیسے محمد اور احمد اور عبداللہ اور عبدالکریم اور سنن نسائی اور ابوداؤد میں وہب جشمی سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تسموا باسمآء الانبیـــاء یعنی نام رکھو پیغمبروں کے نام پر یہ حضرت نے بطریق استحباب فرمایا کہ پیغمبر مخلوق میں افضل اور اکمل لوگ ہیں تو ان کے نام سب ناموں سے اشرف اور افضل ہوئے سیوطی کی جامع صغیر میں ہے کہ طبرانی نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ من ولد لہ ثلثۃ اولادٍ فلم یسم احدھم باسم محمدٍ فقد جھل یعنی جس کے تین اولادیں ہوئیں سو اس نے ایک کا نام بھی محمد ﷺ کے نام پر نہ رکھا تو بے شک اس نے اس کا ثواب نہ جانا۔ اور بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا تسموا باسمی یعنی میرے نام پر نام رکھو۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت ﷺ کے نام پر نام رکھنا مستحب ہے اکثر روایتوں میں اس کی ترغیب اور بشارت واقع ہے کہ جس کا نام محمد ہوگا اس کی رسول خدا ﷺ شفاعت کریں گے اور اس کو بہشت میں لاویں گے۔ چنانچہ صاحب قصیدہ بردہ نے کہا ہے ”فان لی ذمۃ منہ بتسمیتی محمد و ھو اوفی الخلق بذم“

اشرف الوسائل شرح شمائل میں ہے و ینبغی ان یتحری التسمیۃ باسم من اسمآئہ ﷺ نحبر ابی نعیم قال اللہ تعالیٰ بعزتی و جلالی لا اعذ بن احداً یسمی باسمک فی النار یعنی اور لائق ہے یہ کہ پیغمبر خدا ﷺ کے کسی نام پر نام مقرر کیا جائے اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے ابونعیم کی روایت سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو اپنے عزت وجلال کی قسم کہ ہرگز عذاب نہ کروں گا کسی کو جس کا

WWW.NAFSEISLAM.COM

نام تیرے نام پر ہوگا آگ میں۔اور بھی حدیث قدسی میں وارد ہے کہ انی الیت علیٰ نفسی ان لا ادخل النار من اسمه احمد او محمد یعنی بے شک میں نے قسم کھائی اور ٹھہرالیا اپنے نفس پر کہ نہ داخل کروں آگ میں اسکو جس کا نام احمد ہو یا محمد ہو اور ایسے نام جن میں خصومت اور بدخوئی نکلے ہرگز نہ رکھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ برا نام حرب اور مرہ ہے کہ پہلے سے لڑائی اور خصومت اور دوسرے سے تلخی اور بدخوئی ظاہر ہوتی ہے اور ان ناموں سے احتراز کریں جن سے بڑی شان اور بڑا مرتبہ معلوم ہو جیسے شاہنشاہ اور ملک الاملاک حدیث میں آیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ خوارترین ناموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک شاہنشاہ ہے اور روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ لا الہ الا اللہ یعنی کوئی بادشاہ نہیں سوا اللہ کے اور صحیح مسلم میں ہے کہ سخت غضب میں اور بڑا خبیث وہ آدمی قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہوگا کہ اس نے اپنا نام ملک الاملاک یعنی شاہنشاہ رکھا تھا کوئی بادشاہ نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا سواب جاننا چاہیئے کہ ان ناموں کے سوا جس نام میں ایسا وصف پایا جائے اس کا یہ حکم ہے مثال کے واسطے ایک دو نام لکھے گئے، مضمون سفر السعادت کی شرح کا ہے۔

ساتواں حق: لڑکے کی ختنہ کرنا ہے مجمع البرکات میں ینابیع سے نقل کر کے لکھا ہے للاب ان یختن ولدہ یعنی باپ کو چاہیئے کہ اپنے بیٹے کی ختنہ کرے اس مقام پر ختنے کے معنی لکھنا مناسب ہے سو جاننا چاہیئے کہ ختن فتح خائے نقطہ دار اور سکون تائے مثنات کے ساتھ ختنہ کرنا اور اگر خا اور تا دونوں کا زبر یعنی فتح پڑھو تو داماد اور خسر یعنی جورو کے باپ اور جورو کی طرف کی رشتہ داروں کو کہتے ہیں اور ختان خے کے زیر یعنی کسرے کے ساتھ ختنہ اور مرد اور عورت کے پیشاب کی جگہ کا ٹنا اور ختنہ خے اور تے دونوں کے زبر سے ساس یعنی جورو کی ماں یہ سب قاموس میں ہے اور جاننا چاہیئے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ اور احمد رضی اللہ عنہ اور اکثر علما اور بعضے شافعیوں کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے اور شعار اسلام سے ہے یہاں تک کہ اگر کسی شہر کے سب لوگ مل کر اتفاق کریں کہ ختنہ نہ کیا چاہیئے تو حاکم کو چاہیئے کہ ان سے لڑے یہ مضمون محیط سے منقول ہے۔اور فتاویٰ قاضی خاں میں بھی ہے واذا اجتمع اهل مصر علیٰ ترک الختان قاتلهم الامام کما یقاتلهم فی ترک سائر السنن اور ختنے کی مسنونیت کی موید امام احمد رضی اللہ عنہ کی مسند میں حدیث ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا الختان سنة للرجال و مکرمة للنسآء اور اکثر شافعیوں اور بعضے مالکیوں کے نزدیک واجب ہے اور دونوں گروہ کی دلیلیں بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔جس جو دیکھنا ہو دیکھ لے اور وقت ختنے میں بھی اختلاف ہے۔سو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لا علم لی بذالک یعنی مجھ کو ختنے کے وقت کا کچھ علم نہیں اور کوئی قطعی دلیل اس پر قائم نہیں اور صاحبین امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے بھی اس مقدمے میں کچھ ثابت نہیں اور شمس الائمہ سے روایت ہے کہ ختنے کا وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ لڑکا ختنے کی تکلیف کو سہہ سکے اور باقی رہتا ہے جب تک بالغ نہ ہو جائے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں یہ مضمون موجود ہے و ابو حنیفه لم یقدر وقت الختان قال شمس الائمه الحلوائی وقت الختان حین یتحمل الصبی ذالک ان یبلغ اور بعضے کہتے ہیں کہ ختنہ پیدا ہونے کے ساتویں دن کیا جائے اور بعضوں نے سات برس کے بعد تجویز کیا ہے اور بعضوں نے نو برس کے بعد اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر نو برس سے کم عمر میں ختنہ کر ڈالے تو بہتر ہے اور اگر کچھ تھوڑی عمر کے بعد کریں تو بھی کچھ ڈر نہیں۔اور وہ عبارت یہ ہے و ینبغی ان یختن الصبی اذا بلغ تسع سنین فان ختنوه وهو اصغر من ذالک فحسن و ان کان فوق ذالک قلیلاً قالو لا باس به اور بعضوں نے دس برس بعد اختیار کیا ہے اور بعضے شافعیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ لڑکے کے ولی پر واجب ہے کہ قبل بلوغ کے اس کی ختنہ کر ڈالے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ لڑکے کا حال دیکھیں اگر اس کو طاقت ہو تو تاخیر نہ کریں اور اگر ضعیف ہو تو قوت آنے تک ڈر مضائقہ نہیں۔چنانچہ یہ مضمون مجمع البرکات میں موجود ہے۔والصحیح ما قاله ابو حنیفة بانه لا یوقت و لکن ینظر الیٰ حال الصبی فان کان به من القوة ما یطیق ذالک فانه لا یؤخر و اما اذا کان ضعیفا فانه یؤخر الیٰ ان یقویٰ ثم یختتن کذا فی کنز العباد اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ختنہ اسی برس کی عمر میں واقع ہوئی۔اور تفسیر زاہدی میں ہے کہ روی ان ابراهیم علیه السلام اختتن و هو ابن ثمانین سنة بالقدوم . یعنی روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ختنہ قدوم میں ہوئی اور وہ اسی برس کے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ختنہ پیدا ہونے سے ساتویں دن ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیرہویں برس تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں یہ سنت جاری ہے کہ تیرہویں برس ختنہ کیا کرتے ہیں یہ تقریر شرح سفر السعادت میں ہے اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ فخر الدین رازی نے ختنے کی مشروعیت کی حکمت میں عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جب تک ختنہ نہ ہوا اور سر ذکر کھلڑی میں چھپا رہے تب تک آلہ مجامعت نرم ہوتا ہے اور صحبت کے وقت لذت زیادہ ملتی ہے اور جب وہ چمڑا کٹ گیا اور سر ذکر ظاہر ہو گیا تو اس میں کچھ کرختگی آجاتی ہے تو اس صورت میں وہ پہلی لذت کم ہو جاتی ہے حاصل یہ کہ جو عضو چھپا رہتا ہے اس میں حس

اور لمس زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت کھلے عضو کے چنانچہ زبان اور لبوں سے یہ تجربہ ظاہر ہے اور شریعت کے حکموں میں درمیان کی راہ اور اعتدال ہے نہ افراط اور تفریط سواسی واسطے ایسا چھوڑتے ہیں کہ بہت افراط سے لذت ہو نہ ایسی تدبیر کرتے ہیں کہ بالکل لذت باقی ہی نہ رہے بلکہ ختنہ کر ڈالتے ہیں کہ اس میں اعتدال نہ فوت ہو۔ یہاں ختنے کے لگاؤ کے کئی مسئلے ذکر ہوتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیئے ۔ پہلا مسئلہ جس لڑکے کی ختنہ ہوئی اور اس کا چمڑا جتنا چاہیئے اتنا سب نہ کٹا اگر آدھے سے زیادہ کٹا تو اس پر ختنے کا حکم جاری ہو گیا اور سنت ادا ہوگئی اور اگر آدھا یا آدھے سے کم کٹا تو اس کی ختنہ نہ ہوئی اور سنت باقی رہی ادا نہ ہوئی ۔

دوسرا مسئلہ: ایک ایسا لڑکا ہو کہ بغیر ختنہ کئے ہوئے اس کا اتنا بدن ظاہر ہو جتنا ختنے سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کو جو کوئی دیکھے تو یہ جانے کہ اس کی ختنہ ہوگئی ہے اور اس کی ختنہ بغیر ایذا اور تکلیف کے ممکن نہیں تو اس کو کسی سیانے حجام کو دکھائیں پھر اگر وہ کہے کہ اس کی ختنہ سے حد بڑھ جائے گا تو ختنہ نہ کریں اس قدر سے اس پر سے ختنے کا حکم اتر گیا۔

تیسرا مسئلہ: ایک بڈھا کافر مسلمان ہوا اور حجام نے کہا کہ اس کو ختنہ کی طاقت نہیں تو اس کی ختنہ نہ کریں اور یہی حکم اس مسلمان کا ہے جو بڈھا ہو گیا اور اس کی ختنہ نہ ہوئی یہ تینوں مسئلے فتاویٰ قاضی خاں میں ہیں۔

چوتھا مسئلہ: جو لڑکا بالغ ہو گیا اور اس کو ختنے کی طاقت حاصل ہے تو اگلے حنفی علما اس کی ختنہ منع کرتے تھے تا کہ اس سنت کے ادا کرنے میں ستر کا چھپانا کہ فرض ہے ترک نہ ہو۔ پچھلے عالموں نے ازراہِ مصلحت جہاں مرتد ہونے کا خوف ہو ایسے شخص کی ختنہ جائز رکھی ہے اور شافعی لوگ تو ختنہ کو فرض کہتے ہیں تو ان کے نزدیک مرتد ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ختنہ ضرور ہی کرنا چاہیئے ۔ یہ مضمون خاتم المحدثین نے اپنے کسی رسالے میں لکھا ہے اور بعضوں نے اس صورت میں یہ اختیار کیا ہے کہ اگر ہو سکے تو وہ شخص خود اپنے ہاتھ سے اپنی ختنہ کر لے یا کسی عورت سے کہ ختنہ کرنا جانتی ہو نکاح کر لے وہ ختنہ کر دے یا ایسی لونڈی مول لے جس سے ختنہ ہو سکے ۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں یہ مضمون موجود ہے اس کی عبارت یہ ہے و قیل فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ ۔

پانچواں مسئلہ: سنت یہ ہے کہ ختنہ پیر کے دن آفتاب ڈھلے کریں اور اتوار کے دن مکروہ ہے جواہر الفتاویٰ میں ہے السنۃ فی الختان ان یکون فی یوم الاثنین بعد الزوال و یکرہ یوم الاحد لانہ للبناء والزیادۃ و ھذا انقصان ۔ یعنی ختنے میں سنت یہ ہے کہ پیر کے دن کیا جائے زوال کے بعد اور اتوار کے دن مکروہ ہے اس واسطے کہ اتوار کا دن بنانے اور زیادتی کیواسطے ہے اور ختنہ نقصان اور کم کرنے کا نام ہے۔

آٹھواں حق: یہ کہ جب اولاد کو دین کا علم سکھائے بیہودہ نہ پڑھائے۔

نواں حق: یہ کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو وہ اگر لڑکا ہے تو کسی شریف القوم عورت سے اس کا نکاح کر دے اور اگر لڑکی ہے تو اس کو بھی کسی پرہیز گار آدمی سے بیاہ دے اور فاحشہ عورت اور بدوضع مرد سے لڑکی لڑکا دونوں کو بچاوے کہ اس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے اور بہت سا مہر مقرر نہ کرے کہ مہر کی خوبی تھوڑے ہی میں ہے چنانچہ عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا خیر الصداق الیسرہ یعنی اچھا مہر وہ ہے جو تھوڑا ہو اس حدیث کے راوی ابوداؤد ہیں اور حاکم نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کمتر حد مہر کی دس درم شرعی جس کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں اور اکثر کی حد مقرر نہیں اور اس کی تفصیل تحفۃ المشتاق فی بیان احکام النکاح والصداق میں ہے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں۔ فائدہ مصنف نے اس رسالے کے آخر میں لکھا ہے کہ جو ماں باپ کا حق اولاد پر اور استاد کا حق شاگرد پر اور پیر کا حق مرید پر ہے اس کا بیان جہادیہ رسالہ میں خوب تشریح سے ہم نے لکھا ہے اس رسالے میں طویل کے سبب نہ بیان کیا کس کو دیکھنا ہو تلاش کر کے دیکھ لے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمدٍ والہٖ واصحابہٖ اجمعین

❁ ❁ ❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

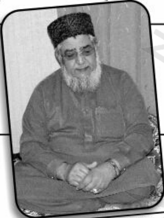

سیدزاہد حسین شاہ بخاری

محمد لیاقت علی۔ حافظ محمد ارشد

سیدزاہد حسین شاہ بخاری علم ویقین کے حامل اس قافلہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تاج پوشی محدث اعظم نے فرمائی۔ سید صاحب کے گرداگرد ہر وقت روشنیاں رہتی ہیں اس لئے کہ ان کا ذہن وزبان اہلبیت اطہار کے ذکر واذکار سے سرشار رہتا ہے۔ سیدزاہد حسین شاہ حضور ﷺ کے بعد اپنا سب کچھ مولا علی کی نسبتوں کو سمجھتے ہیں۔ اعتقاد کی حریت نے سید صاحب کو جری اور بہادر بنادیا ہے۔ وہ شخص جو دینی کتب کے مطالعے کا حاصل دیکھنا چاہے یا اسے شوق ہو کہ بزرگوں کے پڑھے ہوئے واقعات کو متشکل دیکھے وہ سیدزاہد حسین شاہ بخاری کی صحبت میں بیٹھ جائے۔ صاحب طرز سید ہے۔ افکار میں زیر وبم نے انہیں دوستوں اور دشمنوں سے نواز رکھا ہے لیکن اس کے باوجود مزے دار سید ہے۔ تنہائی میں ہوں تو لگتا ہے تاریخ کے محاصرے میں ہیں اور کسی ہنگامہ خیز بزم میں ہوں تو حافظہ اور زبان دونوں کبھی تلوار ہو کر اور کبھی ڈھال بن کر ان کا فکری دفاع کرتے ہیں۔ آپ شاہ جی کا تخالف یا توافق جس افق سے مشاہدہ کرنا چاہیں ''دلیل راہ'' نے آپ کی ضیافت کا بندوبست کر دیا ہے۔ ملاحظہ ومشاہدہ فرمائیں، شاہ جی کیسے لگتے ہیں:

✿ دلیل راہ: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

☆ میرے والد پیر سید نگاہ علی شاہ صاحبؒ نے اپنی ڈائری میں ہماری تواریخ ولادت سن ہجری کے اعتبار سے لکھیں۔ ان کی اس ڈائری کے مطابق میری تاریخ پیدائش 14 رمضان المبارک 1357ء ہے جو عیسوی تقویم کے اعتبار سے سات نومبر انیس صد اڑتیس بنتی ہے۔ اور جگہ ''دھرنال'' ڈسٹرکٹ اٹک تھی۔

✿ دلیل راہ: اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے؟

☆ ہم نقوی سادات ہیں۔ امام سید علی نقی کی اولاد سے ہمارا تعلق ہے۔ سب سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد میں سے برصغیر میں سید جلال الدین بخاری صاحب، سید احمد کبیر صاحب جن کے نام سے ''کبیر والا'' ایک مشہور جگہ بھی موسوم ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ تشریف فرما ہوئے انہی کی اولاد میں سے سید فضل الدین لاڈلا اچ شریف تشریف لائے۔ اور وہاں سے سید نظام الدینؒ ''دھرنال'' ضلع اٹک میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ تقریباً نویں یا دسویں صدی کی بات ہے۔ اس کے بعد ہمارے آباؤ اجداد ''دھرنال'' میں ہی رہے جو میری بھی جائے پیدائش ہے۔ میرے دادا سید جمال علی شاہؒ میر پور گئے۔ وہاں ان کے مریدین کی خاصی تعداد تھی۔ ان کے اصرار پر وہیں ٹھہر گئے۔ وہاں بیمار ہوئے ادھر ہی وصال ہوا اور ڈھڈیال کے قریب ''موہڑہ کھٹیال'' میں ان کی مرقد انور مرجع خاص و عام ہے۔ ان کے وصال کے بعد میرے والد صاحب وہیں تھے۔ میرے والد صاحب کی پہلی شادی ان کے ماموں سید سوار شاہ صاحب کے گھر سے ہوئی والد صاحب کی دوسری شادی ''بہاری سیداں'' سے ہوئی اور یہی میری بھی والدہ ہیں میرا ننھیال میر پور ہے اور ددھیال کیمل پور یعنی موجودہ ضلع اٹک۔ والد صاحب نے بعد میں مستقل رہائش بھی میر پور میں ہی اختیار کر لی تھی۔ کیونکہ میرے نانا محترم کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی لہٰذا وہ میرے والد صاحب کو اپنے ہاں ہی لے گئے تھے۔

✿ دلیل راہ: کیا آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی اور عالم دین بھی گزرے ہیں؟

☆ میرے والد گرامی جید عالم دین تھے۔ انہوں نے جامعہ امینیہ دہلی سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر طبیہ کالج دہلی سے طبابت کی سند لی۔ میرے دادا بھی عالم تھے۔ اور بحمد للہ والد صاحب سے لیکر مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم تک تمام لوگ عالم دین تھے۔

✿ دلیل راہ: اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ بتایئے؟

☆ میری عمر ابھی صرف ڈیڑھ سال تھی کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا میری نانی صاحبہ نے میری پرورش کی۔ پرائمری سکول گاؤں میں ہی تھا وہاں سے پرائمری پاس کی پھر ساتویں تک ڈڈیال ہائی سکول میں پڑھا۔ ابتدائی فارسی کتب اور صرف بہائی اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ ڈڈیال میں فارسی کے ایک استاد تھے مولانا محمد ابراہیم صاحب ان سے فارسی کی باقی کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ خلاصہ کیدانی اور منیہ مکمل کی۔ اسی زمانے میں جہلم میں ''دار العلوم اہلسنت و جماعت مشین محلہ میں تھا۔ وہاں داخلہ لینے کے لئے آیا چونکہ میرے ساتھ ضمانت دینے والا کوئی نہ تھا لہٰذا داخلہ نہ مل سکا۔ پریشانی کے عالم میں ڈھوک جمعہ گیا وہاں مہاجرین جموں میں سے ''سید حبیب اللہ شاہ صاحب'' سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے نام پوچھا میں نے نام بتایا نام کے ساتھ سید سن کے انہوں نے تفصیل معلوم کی میں نے عرض کی اس پر وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ شمالی محلہ میں ان کا ایک مدرسہ تھا ''مدرسہ تعلیم الاسلام''۔ میں وہاں پڑھتا بھی اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے ''تبلیغ الاسلام ہائی سکول'' میں داخل کروا دیا۔ وہاں سے میں نے نویں پاس کی۔ اس کے بعد سید حبیب اللہ شاہ صاحب واپس کشمیر چلے گئے اور میں دوبارہ دار العلوم اہلسنت میں آیا۔ جہلم میں گزرنے والے دو سالوں کے درمیان اب چونکہ ان سے جان پہچان ہو گئی تھی۔ لہٰذا اب انہوں نے مجھے داخلہ دے دیا۔ وہاں مفتی اعجاز ولی صاحب کے پاس ابتدائی صرف و نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد وہاں سے گوجر خان آیا۔ وہاں مولانا ولی النبی صاحب معروف عالم دین تھے۔ جو ''تور ڈھیر بیکی شریف'' کے رہنے والے تھے۔ ان کے پاس ایک سال پڑھا۔ یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ مولانا ولی النبی صاحب حضرت شیخ الاسلامؒ کے کلاس فیلو تھے۔ اور علم جفر، علم الاعداد اور علم ریاضی کے فاضل اجل تھے۔ اسی دوران مولانا ابراہیم خوشتر صاحب کی شادی راولپنڈی موچی بازار سید آپٹیکل والوں کے گھر سے ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خوشتر صاحب سید نہیں ہیں۔ جب بات مشہور ہوئی تو گولڑہ شریف سے فتویٰ صادر ہوا کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز نہیں اگر ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ تفریق کروا دیں۔ گوجر خان میں مفتی صادق صاحب مولانا یوسف سگھروی اور امیر حزب اللہ سید فضل شاہ صاحب نے فتویٰ پڑھ کر سنایا تو دوسرے دن خوشتر صاحب تحصیل والی مسجد سے فارغ کر دیے گئے۔ مدرسہ ختم ہوا تو دو تین ماہ تک میں احسن

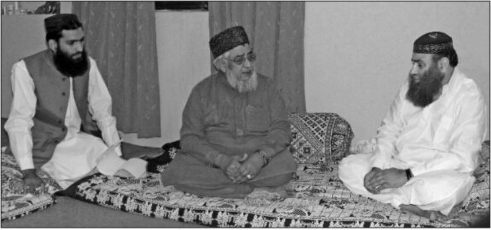

المدارس راولپنڈی سید عارف اللہ شاہ صاحب کے پاس رہا۔ وہاں سے ''جامعہ رضویہ'' فیصل آباد گیا۔ جامعہ رضویہ میں حضرت محدث اعظم کے شاگرد مولانا ولی النبی معقولات کے استاد تھے۔ علم بیان، معانی اور نحو حافظ احسان الحق صاحب پڑھاتے تھے۔ علم میراث کی تدریس پر مفتی مختار صاحب مامور تھے۔ علم فقہ کی مسند پر مفتی نواب الدین فائز تھے۔ مفتی نواب الدین جو حضرت کے داماد بھی تھے۔ اصول فقہ کی تدریس مفتی امین صاحب کے بھائی حاجی حنیف صاحب کرتے تھے۔ جامعہ رضویہ میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وہاں سے حیدر آباد مفتی خلیل احمد برکاتی صاحب کے مدرسے میں چلا گیا۔ چار سال وہاں قیام رہا۔ تمام اسباق مکمل کیے معقولات کی کچھ کتابیں ''سید محمد ہاشم فاضل شمسی'' سے پڑھیں جو مولانا ظفر الدین بہاری کے شاگرد تھے۔ اسی عرصہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ سلطانی مسجد میں امامت بھی کرواتا تھا۔ بعد ازاں سرفراز کالونی میں اوقاف کی مسجد میں خطابت امامت کی ذمہ داریاں نبھاتا رہا۔ اسی دوران پہلی مرتبہ خطباء کا ریفریشر کورس کوئٹہ میں ہوا۔ وہاں تین ماہ کے لئے اس کورس میں شرکت کی۔ اس کورس میں مفتی محمد حسین صاحب نعیمی میرے کلاس فیلو تھے۔ 1956 سے 1960 تک حیدر آباد میں رہنے کے بعد 1960 میں جامع اسلامیہ بہاولپور کچھ وقت گزارا اور 60 کے آخر میں دوبارہ فیصل آباد حاضر ہو کر دورہ حدیث شریف پڑھا۔ فیصل آباد سے دوبارہ حیدر آباد اور پھر کراچی گیا وہاں سے ادیب فاضل اور مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ سید محمد ہاشم فاضل شمسی کے سسر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں وائس چانسلر تھے وہ فاضل شمسی کو اپنے ساتھ جامعہ اسلامیہ کے شیخ التصوف والاخلاق کے طور پر لائے۔ مجھے بھی ساتھ بہاولپور لے آئے یہاں میں نے تصوف واخلاق میں تخصص کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحبؒ جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث تھے۔

دلیل راہ: زمانہ طالبعلمی میں آپ شوق سے پڑھتے تھے یا پڑھائی سے جی چرانے والے طالبعلم تھے؟

☆ دور طالبعلمی میں شاید ہی کوئی طالبعلم اتنی سنجیدگی سے محنت کرتا ہو جتنا محنتی میں تھا۔ مجھے ایک دفعہ قبلہ والد صاحب نے فرمایا تھا بیٹا حضور مولائے کائنات سے لیکر اب تک علم کا جو سلسلہ ہمارے خاندان میں ہے وہ منقطع نہ ہو میں چاہتا ہوں تم دین پڑھو۔ ان کی یہ نصیحت اور خواہش بھی تھی مگر میرا ذوق اس سے بھی بڑھ کے تھا۔

دلیل راہ: آپ کا سلسلہ بیعت کہاں ہے؟

☆ میری بیعت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد خان صاحب سے ہے۔ اور قبلہ والد گرامی سے بھی اجازت حاصل ہے۔

دلیل راہ: محدث اعظم پاکستان سے عقیدت کن وجوہات کی بنا پر ہوئی؟

☆ تعلیم کے سلسلہ میں جب میرا قیام گوجر خان میں تھا تو دل میں بیعت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس خواہش کا ذکر مولانا ولی النبی صاحب سے کیا۔ میں نے بڑے بڑے آستانوں کے نام لے کے پوچھا کہ بیعت کہاں کروں؟ انہوں نے دعائے استخارہ لکھ کر دی اور طریقہ بتایا اور کہا پہلے استخارہ کریں۔ میں نے حسب نصیحت استخارہ کیا خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا جلوس آرہا ہے آگے آگے ایک بزرگ ہیں جن کے گلے میں پھولوں کے ہار بھی تھے۔ صبح خواب کا ذکر استاد گرامی سے کیا انہوں نے فرمایا اشارہ اس طرف ہے کہ انہی بزرگوں سے بیعت کرو جو خواب میں نظر آئے میں نے کہا میں تو انہیں نہیں جانتا نام معلوم نہیں پھر کیسے ممکن ہو؟ انہوں نے دوبارہ استخارہ کرنے کا کہا۔ دوبارہ خواب دیکھا کہ بہت بڑا جلسہ ہے اور ایک بزرگ تقریر فرما رہے ہیں یہ وہی بزرگ تھے جنہیں پہلے دن جلوس کی قیادت کرتے ہوئے میں

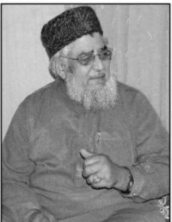

نے دیکھا تھا۔مگر پہچان اب بھی نہ سکا۔تیسری بار پھر استخارہ کیا۔اب دیکھا ایک بہت بڑا آستانہ ہے جہاں مخلوق خدا آئی ہے میں نے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ یہاں حضور غوث پاک تشریف فرما ہیں میں بھی وہاں گیا دروازے پر پہنچا دیکھا سرکار غوث پاک تشریف فرما ہیں اوران کے دائیں بائیں کچھ اور بزرگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔میں نے بیعت کی خواہش کی تو غوث پاک نے جوتیوں پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کو بلایا اور فرمایا انہیں بیعت کرو۔یہ بھی وہی بزرگ تھے جنہیں میں پہلے دو دن خواب میں دیکھ چکا تھا مگر معاملہ واضح اب بھی نہ ہوا۔انہی دنوں میں اتفاقاً گوجر خان سے کافی لوگ فیصل آباد اعلیحضرت کے عرس میں شرکت کے لئے تیاری کر رہے تھے۔میرا بھی دل چاہ رہا تھا مگر کرایہ نہ تھا۔ وہاں کے ایک مہربان شیخ عبدالغنی صاحب نے کرایہ دیا ہم وہاں پہنچے سامان رکھا۔سبھی لوگ حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کے لئے گئے آپ دارالحدیث میں تشریف فرما تھے میری جب پہلی نظر حضرت محدث اعظم پر پڑی تو یہ وہی بزرگ تھے جنہیں میں نے استخارہ کے بعد خواب میں دیکھا تھا یہ تقریباً 55،56 کی بات ہے وہیں حضرت سے بیعت ہوا۔

حضرت صاحب کے اخلاق کسی کو اپنا بنانے کے لئے کافی تھے۔ہم نے آپ کی زبان پر کبھی کسی کے لئے ''تو'' کا لفظ نہیں دیکھا۔اگران کے مدرسے میں کوئی طالبعلم حفظ یا کتابوں میں داخلہ لیتا تو صرف ایک دن کے طلباء کو بھی حافظ جی یا مولوی صاحب کہہ کے بلایا کرتے تھے۔آپ کی ایک اور خوبی یہ بھی تھی کہ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کی کردار سازی پر خصوصی توجہ دیتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ شاگرد دین سے کس قدر مخلص ہیں۔

۞ دلیل راہ: علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ اور محدث اعظم پاکستان کے درمیان ایک زمانے میں اختلاف کی کچھ کہانیاں بھی معروف ہوئیں آپ اس بارے میں کچھ روشنی ڈالیے؟

☆ علامہ کاظمی صاحب اور محدث اعظم کے درمیان براہ راست کوئی علمی اختلاف نہ تھا۔اصل اختلاف ہر دو حضرات کے شاگردوں کا ہوا انہوں نے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی وگرنہ محدث اعظم پاکستان علامہ کاظمیؒ کا دل سے ادب واحترام کرتے تھے۔ایک بار تو ایسا بھی ہوا کہ میرے ایک کلاس فیلو سید جعفر شاہ صاحب نے کاظمی صاحب کا نام سبکی کے ساتھ لیا۔حضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا ''اگر آپ سیدزادے نہ ہوتے تو اسی وقت کان سے پکڑ کر مدرسے سے آپ کو نکال دیتا یاد رکھو میں علماء اہلسنت میں سے کسی کی بھی توہین برداشت نہیں کرسکتا'' اسی طرح ایک مرتبہ جامعہ نعیمیہ کے کچھ طلبہ نے محدث اعظم کے خلاف اشتہار نکالا۔جامعہ نظامیہ کی جانب سے اس کا جوابی اشتہار شائع ہوا۔حضرت محدث اعظم پاکستان جامعہ نظامیہ میں گئے۔وہاں طلبہ نے آپ کو بتایا کہ مولانا سلیمان رضوی نے کاظمی صاحب کے خلاف اشتہار نکالا ہے آپ نے سلیمان صاحب کو فوراً بلوایا اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا'' آپ بڑے بیوقوف آدمی ہیں آپ کی جرأت کیسے ہوئی کہ بڑوں کے معاملات میں مداخلت کرنے کی جب میں نے انہیں معاف کر دیا تو کوئی اور کیوں زیادہ ہوشیار بنتا ہے'' ان باتوں سے کم از کم بعد میں آنے والے یہ پیغام تو ضرور لے سکتے ہیں کہ اختلاف اختلاف رہے ذاتیات نہ بنے تو بعد والوں کے لئے مینارۂ نور ہوتا ہے۔

۞ دلیل راہ: آپ اپنے اساتذہ میں سے کس سے زیادہ متاثر ہیں؟

☆ حضور محدث اعظم پاکستان جو میرے پیرو مرشد بھی ہیں۔آپ کے علاوہ علامہ ولی النبی صاحب اور مفتی خلیل احمد خان صاحب برکاتی۔

۞ دلیل راہ: آپ کے خیال میں ایک کامل مرشد کی کیا علامات اور اوصاف ہیں؟

☆ قدیم ادوار میں تو پیر کامل کے لئے بڑی کڑی شرائط مقرر کی جاتی تھیں مثلاً علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ بیعت اس کی ہونی چاہیئے جو بیعت کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں دیکھ لے کہ یہ آدمی سعید ہے یا شقی اور پھر وہ اس کی شقاوت و بدبختی کو سعادت وخوش بختی سے تبدیل کرنے کا ملکہ بھی رکھتا ہو۔مگر یہ باتیں اب تو قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔یہ دور قحط الرجال کا دور ہے۔موجودہ دور میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی اور اعلیحضرت وغیرھم اکابرین نے چار شرائط مرشد کامل کی بیان فرمائی ہیں۔پہلی یہ کہ وہ صحیح العقیدہ ہے مبتدع نہ ہو یعنی عقائد اہلسنت کا ہر حال میں پیروکار ہو بلکہ نہ صرف پیروکار ان عقائد کا پرچارک بھی ہو۔دوسری یہ کہ متشرع ہو فاسق معلن نہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہو۔ظاہر ہے وہ معصوم تو نہیں ہوسکتا مگر اعلانیہ فسق کا مرتکب نہ ہوتا ہو اور حتی المقدور اتباع رسول ﷺ میں زندگی بسر کرتا ہو تیسری شرط یہ ہے کہ اس کا سلسلہ بیعت متصل ہو اور باقاعدہ اجازت یافتہ ہو۔خود اٹھ کر پیر نہ بن بیٹھے۔بلا اجازت شیخ وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب تو ہو سکتی ہے بیعت نہیں۔اور چوتھی اور اہم ترین شرط یہ ہے کہ مرشد کے لئے عالم دین ہونا ضروری ہے۔اس لئے کہ مرشد کا کام ہی مرید کی اصلاح وہدایت اور تعلیم و تبلیغ ہے۔اگر وہ خود ہی جاہل ہوگا تو دوسروں کو علم کیا دے گا۔لہٰذا پیر کے لئے کم از کم عالم ہونا بایں طور ضروری ہے کہ قرآن و حدیث پر گہری مہارت حاصل ہو۔اصول حدیث واصول فقہ کا علم رکھتا ہوتا کہ بوقت ضرورت قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کر سکے مرشد کے تیسرے وصف کے حوالے سے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تخلیق سے قبل عالم ارواح میں ہی سب سے اپنی ربوبیت کا اعتراف واقرار کروایا تھا۔یہاں دنیا میں نہ وہ منظر ہمیں یاد ہے نہ کیفیت۔مگر اصل تو سب کی اسلام ہی ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔یعنی پیدائش کے وقت وہ اسی اقرار پر قائم ہے۔یہی وجہ ہے کہ کافروں کے نابالغ بچے بھی جنت میں جائیں گے۔بطور مثال یہ بھی عرض کروں کہ جیسے نابالغ بچہ نکاح کرسکتا ہے مگر اس کی طلاق معتبر نہیں۔کاروبار تو کرسکتا ہے مگر اس کے ہبہ کا اعتبار نہیں۔اگر وہ اسلام قبول کرلے تو وہ مسلمان ہوگا لیکن کسی دوسرے مذہب کی قبولیت کا اعتبار نہیں۔ہاں بلوغت کے بعد اس کی مرضی چاہے پہلے کے معاملات پر قائم رہے یا تبدیل کردے۔اللہ تعالیٰ نے دراصل انبیاء کرام اسی لئے مبعوث فرمائے کہ وہ اسی عہد کی تجدید کروائیں۔اب سوال یہ ہے کہ انبیاء کے بعد تجدید عہد کا فریضہ کون سرانجام دے اس کا جواب قرآن نے یوں دیا" واخرین منھم لما یلحقوا بھم" معنی یہ ہوا کہ انبیاء کے بعد امت محمد ﷺ کے وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کی طرف سے Authority رکھتے ہوں۔اور یہ اختیار انہی کے پاس ہوتا ہے جن کا سلسلہ بیعت متصل ہو۔نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تک لہٰذا اتصال سند انتہائی اہمیت کا حامل وصف ہے۔

❁ **دلیل راہ: دور حاضر کا کوئی عالم دین جس نے آپ کو بے حد متاثر کیا ہو؟**

☆ علامہ زاہد الکوثری سے بہت متاثر ہوں۔

❁ **دلیل راہ: آپ خود بھی ماشاء اللہ ایک کامیاب مقرر ہیں کیا کسی اور مقرر نے آپ کو متاثر بھی کیا ہے؟**

☆ چار خطباء ایسے ہیں جن کی خطابت سے میں متاثر تھا یا اب بھی ہوں۔حضرت علامہ عبد الغفور ہزارویؒ ، مفتی عبد الحفیظ مفتی اعظم آگرہ۔مفسر اعظم ہند حضرت جیلانی رضا خان صاحب اور علامہ پیر سید عبد القادر شاہ صاحب

❁ **دلیل راہ: کوئی ایسی ملاقات جسے آپ یادگار ملاقات کہہ سکیں؟**

☆ غیر ارادی طور پر ایک دفعہ سابق وزیر اعظم پاکستان محمد خان جونیجو سے ملاقات ہوئی۔اسے میں نے بہت پسند کیا نفیس ترین آدمی تھا عاجزی اور منکسر المزاجی اسکا خاص وصف تھی۔اس کے ساتھ میری ملاقات گلاسگو میں ہوئی تھی۔عقائد کے اعتبار سے اہلسنت تھا۔اخلاقی رویہ اس کا بہت اچھا تھا۔

❁ **دلیل راہ: اگر آپ کسی کو سمجھائیں نصیحت کریں وہ نہ مانیں تو آپ کیا کریں گے؟**

☆ بار بار نہ سمجھنے پر میں بار بار سمجھاتا جاؤں گا۔

❁ **دلیل راہ: کتابوں کے ساتھ آپ کا ایک خاص شغف ہے آپ کی پسندیدہ ترین کتاب کونسی ہے؟**

☆ قرآن مجید میری محبوب کتاب ہے۔

❁ **دلیل راہ: آپ کی پسندیدہ خوشبو کونسی ہے؟**

☆ حنا اور خس دو خوشبوئیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں

❁ **دلیل راہ: کھانے میں کیا پسند ہے؟**

☆ گوشت شوق سے کھاتا ہوں

❁ **دلیل راہ: پسندیدہ پھول کونسا ہے؟**

☆ گلاب

❁ **دلیل راہ: اپنے پسندیدہ ملک کا نام بتانا پسند فرمائیں گے؟**

☆ پاکستان

❁ **دلیل راہ: جانور کونسا پسند ہے؟**

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆ بکری

دلیل راہ: پسندیدہ پرندہ کونسا ہے؟

☆ کبوتر

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ لفظ؟

☆ علی

دلیل راہ: آپ کی پسندیدہ سواری؟

☆ گھوڑا

دلیل راہ: اخبار پڑھتے ہیں؟

☆ کبھی کبھار پڑھ لیتا ہوں

دلیل راہ: کالم بھی پڑھتے ہیں یا صرف خبریں؟

☆ کالم کبھی نہیں پڑھے۔

دلیل راہ: زندگی میں کبھی کسی سے پیار کیا؟

☆ ہاں جی پیار کرتا ہوں صرف صرف سرکار دو عالم ﷺ سے۔

دلیل راہ: آپ کی زندگی کا سب سے افسردہ دن کون سا تھا؟

☆ جس دن میرے والد گرامی کا انتقال ہوا۔

دلیل راہ: محفل اچھی لگتی ہے یا تنہائی؟

☆ تنہائی اچھی لگتی ہے مگر کتابوں کے ساتھ۔

دلیل راہ: طلوع آفتاب کا منظر اچھا لگتا ہے یا غروب آفتاب کا؟

☆ کبھی غور نہیں کیا۔

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شہر؟

☆ مدینہ پاک

دلیل راہ: پھل کونسا اچھا لگتا ہے؟

☆ آم

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ حکمران؟

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

دلیل راہ: کبھی کسی کھیل میں بھی حصہ لیا؟

☆ مجھے کھیل سے کوئی دلچسپی نہیں۔

دلیل راہ: مشروب کونسا پسند ہے؟

☆ ٹھنڈا پانی

دلیل راہ: آپ کی نظر میں موجودہ سیاسی افراتفری کا حل کیا ہے؟

☆ عدل وانصاف

دلیل راہ: کامیابی کے لئے کیا ضروری ہے؟

☆ "من صمت نجا" جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔

دلیل راہ: زندگی میں کبھی کوئی ناکامی جس پر دل افسردہ ہو؟

☆ زندگی نام ہی ناکامیوں کا ہے۔

دلیل راہ: شہر اچھے لگتے ہیں یا دیہات؟

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

☆ مجھے دیہات پسند ہیں؟

دلیل راہ: پہاڑوں کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

☆ پہاڑ مجھے پسند ہیں۔

دلیل راہ: کیا کبھی چاندنی کا نظارہ کیا؟

☆ کبھی کبھار ہو جاتا ہے۔ ویسے چاندنی مجھے اچھی لگتی ہے۔

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شاعر؟

☆ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی

دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شعر؟

وضع واضع میں تیری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر و ماہ پر ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

دلیل راہ: کیا کبھی خود بھی شعر کہے؟

☆ کوشش تو بہت کی لیکن شعر کہہ نہ سکا۔

دلیل راہ: اپنے بچوں کے بارے میں کچھ بتایئے؟

☆ 65ء میں میری شادی ہوئی۔ دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑا بچہ سید حسنین رضا درس نظامی مکمل پڑھنے کے بعد فلاسفی میں ماسٹر کر رہا ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام سید سبطین رضا ہے۔

دلیل راہ: پاکستان سے انگلینڈ منتقلی کی وجوہات کیا تھیں؟

☆ میرے ایک دوست تھے حاجی محمد اسلم صاحب جو ''ڈڈیال'' میں ''بروٹھیاں'' کے رہنے والے تھے۔ وہ انگلینڈ گئے۔ انگلینڈ جانے سے قبل وہ جمعہ میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ بلکہ انگلینڈ سے جب کبھی واپس آتے تو بھی جمعہ میرے ساتھ ہی ادا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے اطلاع دیے بغیر ہی برطانیہ سے میرا اسپانسر ٹکٹ بھیجا اور ساتھ درخواست کی کہ آپ کم از کم تین ماہ کے لئے برطانیہ آئیں اس دوران پورے برطانیہ کا دورہ بھی کرواؤں گا۔ اور دینی پروگرامز وغیرہ کا انعقاد بھی۔ اس دوران میں ڈڈیال صرف جمعہ پڑھانے جاتا تھا جبکہ میری رہائش گوجر خان میں تھی۔ جہاں میں رحمانیہ رضویہ مدرسہ میں کتابیں پڑھاتا تھا۔ اپنی عدم موجودگی میں مدرس کے لئے جامعہ رضویہ فیصل آباد استاد محترم سے گذارش کی انہوں نے اس کا بندوبست کیا۔ اسی طرح ایک دوست کو جمعہ پڑھانے پر مامور کر کے میں برطانیہ روانہ ہوا۔ اس دور میں چونکہ امیگریشن پالیسی سخت نہ تھی۔ لہٰذا مجھے وہاں جانے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔

دلیل راہ: آپ نے تین ماہ کے لئے جانے کا ذکر کیا پھر مستقل قیام کا ذریعہ کیا بنا؟

☆ مجھ سے پہلے برطانیہ میں علمائے اہلسنت میں سے علامہ شاہ محمد نشتر، مولانا محمد مسلم نقشبندی چکسواری والے، سید حامد علی شاہ صاحب، پیر زادہ امداد حسین صاحب اور مولانا عبدالوہاب صاحب مستقل طور پر مقیم تھے۔ میرے برطانیہ کے دورے کے دوران ہی ان علما سے ملاقات ہوئی۔ اتفاق کی بات انہی دنوں لندن کی ایک مسجد کے مولانا نے پڑھاتے ہوئے ایک لڑکی کو دھکا دیا وہ گری اور خون نکلا۔ وہ استاد خود ہی مسجد چھوڑ کے بھاگ گیا۔ وہاں کی انتظامیہ نے مذکورہ بالا علماء سے امامت خطابت کے لئے رابطہ کیا۔ میں اس وقت برمنگھم میں ٹھہرا ہوا تھا۔ علماء کا یہ قافلہ برمنگھم میں میرے پاس آیا اور مجھے عارضی طور پر وہاں امامت خطابت کی ذمہ داریاں قبول کرنے پر مجبور کیا۔ وہاں پانچ چھ ماہ گزارے اور پھر آجکل کرتے کرتے سات سال وہاں گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم یہ ہوا کہ انہی سات سالوں کے دوران لندن کی آٹھ مساجد سے ہم نے دیوبندیوں کا قبضہ ختم کروایا اور بحمد اللہ ابھی تک وہ مساجد اہلسنت کے پاس ہیں۔ انہی مساجد میں سے ایک مسجد میں علامہ سید عبد القادر شاہ صاحب بھی خطابت کرتے رہے۔ لندن سے پھر میں نوٹنگھم منتقل ہوا چھبیس ستائیس سال تک میں وہیں رہا۔ وہاں ایک عظیم الشان

مسجد بھی بنوائی اور "جامعہ فاطمیہ" کے نام سے دینی مدرسہ بھی قائم کیا۔ وہ مدرسہ اب بھی موجود ہے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی دوران 1998 میں میری والدہ محترمہ کا انتقال پاکستان میں ہوا۔ مجھے بھی اس موقع پر پاکستان آنا پڑا اتفاقاً دینہ سے پنڈی آتے ہوئے میرا ایکسیڈنٹ ہوا جس سے میرا بازو بھی فریکچر ہوا۔ چار ماہ ہسپتال رہا چار ماہ بعد سید غلام الثقلین شاہ صاحب نے جو ائیر فورس میں ماسٹر وارنٹ آفیسر تھے۔ انہوں نے مجھے چیک کروانے کے بعد بتایا کہ Hip dislocate ہوگئی ہے۔ اسلام آباد پمز ہسپتال سے بتایا گیا کہ Hip تبدیل ہوگی۔ لہٰذا میں دوبارہ انگلینڈ گیا اور وہاں سے علاج مکمل کروایا۔ دو سال کا عرصہ بستر پر گزارا۔ ظاہر ہے اس دوران درس و تدریس اور خطابت وامامت کا سلسلہ متروک ہوگیا تھا۔ بحالی صحت کے بعد چار سال قبل برمنگھم منتقل ہوا میری اپنی ذاتی لائبریری چونکہ الحمدللہ خاصی بڑی ہے جس کے لئے بڑے مکان کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کے تحت مجھے برمنگھم نقل مکانی کرنی پڑی۔ اب گذشتہ تین سالوں سے احمد نثار بیگ صاحب کے مدرسہ جامعہ قادریہ جیلانیہ میں ہفتے میں تین دن کتابیں پڑھاتا ہوں۔

دلیل راہ: کیا کہیں درس قرآن وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے؟

☆ بحمد اللہ ناٹنگھم میں گذشتہ بائیس تئیس سال سے ہفتہ وار درس قرآن دے رہا ہوں اب ہم 17 پاروں تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ درس لکھا بھی جا رہا ہے۔ جس کے 22,23 رجسٹر بن گئے ہیں۔

دلیل راہ: کیا وہ درس قرآن مستقبل میں پرنٹ کروانے کا ارادہ ہے؟

☆ مکمل ہونے کے بعد نظر ثانی کی جائے گی اور اس کے بعد ہی مزید فیصلہ ممکن ہو سکے گا۔

دلیل راہ: سادات علمائے کرام میں درس قرآن کا ایک خاص ذوق پایا جاتا ہے مگر عام علماء اسطرف نہیں آتے آپ کی نظر میں اس کا سبب کیا ہے؟

☆ میری نظر میں اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ سب سے اہم وجہ تو یہ کہ قرآن کا ذوق سادات کو ورثے میں ملا ہے ہمارے آباؤ اجداد بھی قرآن سے وابستگی ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ عام علماء کے اسطرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ میری نظر میں تعلیمی معیار کا انحطاط ہے۔ عام طور پر طلبہ دوران تعلیم ہی امامت خطابت شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تعلیم مکمل نہیں کر پاتے لہٰذا ان کے اندر درس قرآن کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ جو تعلیم مکمل کر بھی لیں ان کے اندر کتب فہمی کی صلاحیت بہت کم ہوتی ہے۔ جن کے پاس صلاحیت ہو ان کے پاس وسائل نہیں ہوتے۔ وہ کتابیں خرید نہیں سکتے لہٰذا وہ بھی درس قرآن وغیرہ کا کار عظیم سرانجام نہیں دے پاتے۔ میں اس موقع پر امام جلال الدین سیوطیؒ کے قول کا حوالہ بھی دوں گا تا کہ میری بات کسی کو بری نہ لگے وہ فرماتے ہیں علم اور تعلم دو مختلف چیزیں ہیں۔ تعلم نام ہے ملکۂ مطالعہ کا یعنی کتابیں سمجھنے کی صلاحیت تعلیم کہلاتی ہے۔ اور پھر مطالعہ کے بعد جو معلومات حاصل ہوں ان کے مجموعے کو علم کہا جاتا ہے۔ درس قرآن کی طرف عدم توجہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں باصلاحیت افراد اپنے دائرہ کار کو درس نظامی کی تدریس تک محدود کر لیتے ہیں۔ اور اس مخصوص دائرے سے باہر نکل ہی نہیں سکے۔

دلیل راہ: ایسے حالات میں آپ دینی طلبہ کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

☆ طلبہ کے نام میرا پیغام یہی ہے کہ وہ Short Cut تعلیم حاصل نہ کریں۔ اس سے تحریری، تعمیری اور تخلیقی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوتیں۔ وقت جتنا بھی صرف ہو درس نظامی کی مکمل کتابیں پڑھیں تا کہ بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ دینی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا جا سکے۔

دلیل راہ: آپ کی نظر میں ائمہ وخطباء دینی خدمت کس انداز سے سرانجام دیں؟

☆ موجودہ دور کے حالات ومشکلات کے تحت جتنا کام ہو رہا ہے میری نظر میں وہی بہت ہے اسے ہی جاری رکھا جائے۔

دلیل راہ: علماء کے لئے کوئی پیغام؟

☆ حضور رسالتمآب ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا "جو شریعت میں لایا ہوں اگر اس کا دسواں حصہ بھی تم نے چھوڑا تو جہنم میں جاؤ گے اور میرے بعد کچھ لوگ ہوں گے وہ میری شریعت کے دسویں حصے پر بھی عمل کریں گے تو جنت میں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ تفاوت کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ تمہارے درمیان میں موجود ہوں تم نے وحی اترتے دیکھا، غزوات میں میرے ہمراہ رہے سب کچھ دیکھ لیا اس لئے عمل آسان ہے مگر ایک زمانہ وہ ہوگا جب برائی کرنے والے کی طرف انگلیاں نہیں اٹھیں گی بلکہ نیکی کرنے والے کی طرف انگلیاں اٹھائی جائیں گی"۔ آج کل کے حالات بالکل اس فرمان کے مصداق ہیں۔ علماء پر چندہ خوری، سستی کاہلی وغیرہ کے سنگین الزامات لگائے جاتے ہیں جس کے باعث علماء بددل ہو کر بعض اوقات دینی کام ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ علماء سے میری درخواست ہے کہ وہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

لومۃ لائم کی پرواہ نہ کریں۔اپنی نیت خالص کر کے محنت کرتے جائیں۔اللہ پر بھروسہ رکھیں۔توکل برخدا ان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

دلیل راہ: کیا آپ نے تحریک پاکستان یا تحریک نظام مصطفیٰ وغیرہ میں حصہ لیا؟

☆ تحریک پاکستان کے وقت تو میں بہت چھوٹا تھا اتنا یاد ہے کہ انڈین جہاز بمباری کرتے تھے۔اور تحریک نظام مصطفیٰ کے وقت میں ملک میں موجود ہی نہ تھا لہٰذا حصہ نہ لے سکا۔

دلیل راہ: آپ کی زندگی کی کوئی ایسی ملاقات جسے آپ بھلا نہ پائے ہوں؟

☆ سید عبدالمعبود شاہ صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی جو مجھے اب تک یاد ہے۔یہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باشندے ہیں اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔پکے سنی ہیں۔میں نے اپنی زندگی میں اتنا با اخلاق شخص نہیں دیکھا بلکہ میں تو کہتا ہوں ان کے ہاں اخلاق کی انتہا ہے۔

دلیل راہ: انگلینڈ کے مذہبی حالات پر کچھ روشنی ڈالیے؟

☆ اسلامی حوالے سے انگلینڈ کے مذہبی حالات پاکستان سے بہتر ہیں برطانیہ میں آپ کو مسلمانوں کی کوئی جوان لڑکی بے حجاب نظر نہیں آتی ہے۔لوگ عملی مسلمان ہیں۔

دلیل راہ: آپ کے انگلینڈ کے علاوہ دیگر ممالک کا بھی سفر کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو کہاں کہاں؟

☆ جی حجاز مقدس،امریکہ،کینیڈا،ناروے،جرمنی،فرانس،بیلجیئم،ہالینڈ،سپین،اٹلی اور بہت سے دیگر یورپی ممالک کا سفر اللہ تعالیٰ نے نصیب کیا ہے۔

دلیل راہ: آپ یقیناً مزارات پر حاضری بھی دیتے ہیں سب سے زیادہ روحانیت کہاں محسوس کی؟

☆ داتا صاحب اور کھڑی شریف ایک خاص کیفیت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔

دلیل راہ: آپ کے خیال میں غیر مسلموں کو مسلمان کرنے کے طریقے کیا ہو سکتے ہیں؟

☆ میرے خیال میں تو اس دور میں مسلمانوں کو مسلمان رکھنا ہی بڑی کامیابی ہے۔جہاں تک تعلق ہے غیر مسلموں کے مسلمان ہونے کا تو 9/11 کے بعد بحمد اللہ ویسے ہی اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔واشنگٹن پوسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق 9/11 کے بعد گذشتہ سال تک 36 ہزار امریکیوں نے اسلام قبول کیا۔یورپ میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد ایک سال کے عرصے میں آٹھ سے نو ہزار صرف ڈنمارک کے رہنے والے لوگ مسلمان ہوئے اسی طرح برطانیہ میں بھی اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔اور لوگ خاصی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں۔

دلیل راہ: آخر میں یہ ارشاد فرما دیں کہ زندگی میں سب سے زیادہ رونا کب آیا؟

☆ اہل بیت اطہار کے مصائب کا خیال آئے تو بہت روتا ہوں۔

❁ ❁ ❁

خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہ

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر کلال صحیح النسب سید ہیں۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت بابا سماسی قدس سرہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سوخار ہے جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ فارسی زبان میں کلال کوزہ گر کو کہتے ہیں۔

بیعت:

حضرت امیر ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز رامیتن میں آپ کشتی لڑنے میں مشغول تھے کہ خواجہ محمد بابا قدس سرہ کا گزر اکھاڑے پر ہوا۔ خواجہ ممدوح نظارہ کے لئے ایک دیوار کے سایہ میں ٹھہر گئے اور حضرت امیر کے حالات میں محو ہوگئے۔ حضرت بابا کے خدام میں سے ایک نے پوچھا کہ اے مخدوم! آپ ان لوگوں میں جو بدعت میں مشغول ہیں کس واسطے حیران ہیں۔ فرمایا کہ اس میدان میں ایک مرد ہے اور اس صید گاہ میں ایک ایسا شکار ہے کہ کاملین زمانہ اس کی صحبت سے فیضیاب ہوں گے، کیونکہ اس کی پرواز نہایت بلند ہے۔ ہم اسی مرد کے منتظر ہیں کہ کاش! وہ ہمارے جال میں پھنس جائے۔ اسی اثنا میں اچانک حضرت امیر کی نظر خواجہ محمد بابا پر پڑی اور ان کے دل کا پرندہ خواجہ کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ خواجہ موصوف نے اسے اپنی قوت جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح وہ بے اختیار خواجہ کے پیچھے پیچھے ان کے دولتخانہ پر پہنچے۔ اسی روز حضرت خواجہ نے ان کو طریقہ عالیہ کی تلقین کی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر کو کسی نے کبھی کشتی کے دنگل اور بازار میں نہ دیکھا۔ اس واقعہ کے بعد آپ بطریق خواجگان ریاضت میں مشغول رہے یہاں تک کہ حضرت بابا کی تربیت کے سایہ میں درجہ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔ نقل ہے کہ متواتر آٹھ سال تک آپ ہمیشہ دوشنبہ اور جمعہ کے روز نماز شام سوخار میں پڑھتے اور نماز خفتن سماسی میں حضرت بابا کے ساتھ ادا کرتے اور نماز فجر سوخار میں گذارتے۔ کسی کو بھی ان کے اس حال پر اطلاع نہ ہوئی۔

تقویٰ:

ایک روز اتفاقاً رامیتن کے ایک باغ میں حضرت امیر نے اپنے کپڑے دھوئے۔ جب ان کو خشک کرنا چاہا۔ تو یاروں سے فرمایا کہ کانٹوں کی باڑ پر نہ پھیلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ کہ مبادا شاخیں ٹیڑھی ہو جائیں اور زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تاکہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر یار عاجز ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر! آپ کس طرح خشک کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اے یارو! اگر باڑ کو نقصان پہنچے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تم باغ کے مالک کے آگے کیا عذر پیش کرو گے۔ یہ عمل تم خلاف شریعت کرتے ہو۔ دوسروں کی ملک میں تصرف جائز نہیں، گناہ کو خواہ صغیرہ ہو سہل نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب دوزخ میں جاتا ہے۔ اسی حال میں حضرت امیر کی زبان مبارک سے نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لا صغیرة مع الاصرار ولا کبیرة مع الاستغفار

اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) اور استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں رہتا

بعد ازاں فرمایا کہ راہ خدا کسی پر نہیں کھلتا جب تک کہ وہ تقویٰ کو اپنا شعار نہ بنائے۔ یہ بیعت کے بعد کا حال ہے۔

زہد:

جب امیر تیمور نے سمرقند میں قیام کیا تو ایک قاصد کو حضرت امیر کلال کی خدمت میں بھیجا کہ آپ یہاں قدم رنجہ فرمائیں اور اس ولایت کو اپنے قدم مبارک سے مشرف کریں، کیونکہ ہمارا آنا دشوار ہے۔

ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوها (سورہ نمل، ع ۳)

تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں۔

وہ قاصد حضرت امیر کی خدمت میں آیا حضرت نے عذر کیا اور فرمایا کہ ہم اسی جگہ دعا گوئی میں مشغول ہیں اور اپنے صاحبزادے امیر عمر نام کو عذر خواہی کے لئے بھیجا اور اس سے فرما دیا کہ امیر تیمور تم کو انعام یا جاگیر دے گا تم ہرگز قبول نہ کرنا اگر قبول کرو تو ہمارے پاس نہ آنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے معاملے قبول نہیں فرمائے، اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جد بزرگوار ﷺ کی مخالفت کرو گے۔ علاوہ ازیں درویش ہر وقت مومنوں کے لئے دعا میں مشغول رہتے ہیں اگر وہ دنیا کی طرف میلان کریں تو ان کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔ جب امیر عمر، امیر تیمور کے پاس پہنچے تو عذر خواہی کی اور چند روز کے بعد اجازت طلب کی۔ امیر تیمور نے کہا کہ میں نے تمام بخارا تمہیں عطا کیا۔ سید ممدوح نے قبول نہ کیا۔ تیمور نے کہا کہ سارا نہیں تو کچھ حصہ قبول کرو۔ آپ نے انکار کیا کہ اجازت نہیں۔ تیمور نے کہا کہ

میں حضرت امیر کے مناسب حال کیا بھیجوں کہ ہمارا تقرب ہو جائے۔ سید امیر عمر نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ درویشوں کے دل میں تمھارا تقرب ہو جائے تو تقویٰ اور عدل کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ حق تعالیٰ اور خاصان حق کے قرب کا ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

کرامات

(۱) حضرت امیر کلال کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی جب یہ کیفیات کئی بار گذری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کے قدم کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ میں ہے۔

(۲) بیعت سے پہلے ایک روز حضرت امیر کلال کشتی لڑ رہے تھے۔ حاضرین کی ایک سیاہ باطن جماعت غیبت کرنے لگی کہ ایسے بزرگ زادہ اور سید زادہ کو اس کام میں جو بدعت ہے مشغول نہ ہونا چاہیئے اسی وقت اس جماعت پر خواب نے غلبہ کیا۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ قیامت برپا ہے اور وہ کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر چند کوشش کرتے ہیں مگر نکل نہیں سکتے۔ ناگاہ حضرت امیر کلال ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ان کو اس کیچڑ سے نکال لاتے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت امیر نے ان کے کان پکڑ کر کہا کہ یارو! ہم اسی روز کے لئے زور آزمائی کرتے ہیں۔ تم درویشوں کے حق میں بداعتقاد نہ بنو۔ جب انھوں نے یہ حال دیکھا تو سب نے توبہ کی اور مردان راہ خدا بن گئے۔ جس بزرگ کا یہ حال کشتی لڑنے کے وقت ہو ما بعد کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

(۳) ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نور اللہ مرقدہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مناسک حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے ایک بے اعتقاد شخص کے دل میں خیال آیا کہ حضرت امیر نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ مسائل تو وہ بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر باہر نکلے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے نادان! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیر کے سر پر طواف کر رہا ہے حضرت نے فرمایا اے نادان! جس کے پاس ایک درہم نہ ہو وہ اس خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں تاوقتیکہ تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے، تجھے کچھ نظر نہ آئے گا۔

(۴) ایک روز حضرت امیر کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت جگروں اتا رحمۃ اللہ کے مزار کی زیارت کو گئی، جب انھوں نے کچھ فاصلہ طے کیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک شیر ان کے راستے میں کھڑا ہے۔ وہ حیران ہوئے حضرت امیر تشریف لائے اور شیر کی گردن پکڑ کر راستہ سے ایک طرف کر دیا جب وہ گزر گئے تو شیر نے بطور تعظیم سر جھکایا اور چل دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اصحاب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کیا حالت تھی فرمایا کہ جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

(۵) ایک روز حضرت خواجہ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ قضان سلطان کے دربار میں جلادی میں مشغول تھے ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ ممدوح اسے قصاص گاہ میں لے گئے، اس کی آنکھیں باندھ لیں، تلوار کھینچی، جناب پیغمبر ﷺ پر درود بھیجا اور تلوار اس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار اسی طرح کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ تیسری بار ایسا ہی کیا گیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلاتا تھا اور منہ میں کچھ کہتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا خدا کی عزت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں تو سچ بتا کہ کیا کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ وسید کو یاد کرتا تھا حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ وسید امیر کلال ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے تلوار پھینک دی اور فوراً روانہ ہوئے۔ فرماتے تھے کہ وہ بزرگ جو مرید کو تلوار کے نیچے سے بچا لے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچالے۔

(۶) ایک روز حضرت امیر کلال مسجد جامع بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے، راستے میں فتح آباد و کال آباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ حضرت نے اپنے یاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر باہر نکلا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اے مخدوم! میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں جس سے میرے دل کو کچھ تسکین ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیر جب تک حضرت عزیزاں کی روحانیت سے اشارہ نہ پائے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہی حال میرے جد بزرگوار ﷺ کا تھا مگر تم منتظر رہو۔ جب حضرت امیر گھر پہنچے تو نماز عشاء کو جماعت کو ساتھ ادا کر کے حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ایک محرم شیخ منصور کو جو قراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے تم بے توقف سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے

www.nafseislam.com

ایسا ہی کیا اور خوارزم سے مظفر و منصور واپس آیا۔

(۷) ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جا رہے تھے ایک کسان اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ حضرت امیر نے نور کرامت سے معلوم کر لیا اور اسی وقت فرمایا کہ یارو! حضرت امیر کلال نے فرمایا ہے کہ درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اور ان کو چشم حقارت سے نہ دیکھو تاکہ دنیا سے ذلیل و خوار ہو کر نہ جاؤ۔ یار حیران ہوئے کہ حضرت نے یہ کیا فرمایا۔ جب مسجد سے واپس آئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) درد گردہ کے سبب سے قریب الموت ہے۔ جب نزدیک پہنچے تو اس نے کہا کہ مجھے حضرت امیر کے پاس لے چلو۔ جب نزدیک لائے تو حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے کارگر تیر کھایا ہے۔ اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اسے واپس لے جاؤ۔ اس کا کام تمام ہو چکا چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مر گیا۔ مقامات امیر کلال میں حضرت امیر کی اور کرامتیں بھی مذکور ہیں۔

وفات:

مرض اخیر میں حضرت امیر نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی متابعت کا حکم دیا اس پر اصحاب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے ذکر علانیہ میں آپ کی متابعت نہیں کی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں جو عمل ان پر پیش کیا گیا وہ البتہ بنا بر حکمت الٰہی ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت امیر کلال قدس سرہ کا سنہ وفات روز پنجشنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ مذکور ہے۔ مزار مبارک سوخار میں ہے کہتے ہیں کہ حضرت امیر کے ایک سو چودہ خلیفے تھے۔

کلمات قدسیہ

حضرت امیر اپنے معارف میں اپنے یاروں سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے تو خدائے خالق کے جلال و عظمت کی قسم کہ تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچو گے جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی شریعت کی پیروی نہ کرو کیونکہ تمام کاموں کی اصل اسی پر ہے آیہ وثیابک فطھر سے اسی بات کی تاکید و تائید ہوتی ہے۔

وصایا:

جب حضرت امیر پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاجزادوں اور یاروں کو جمع کیا اور یہ وصیتیں فرمائیں:

(۱) جب تک تم زندہ ہو طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو، کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے اول علم الایمان۔ دوم علم نماز۔ سوم علم روزہ۔ چہارم علم زکوٰۃ۔ پنجم علم حج اگر استطاعت ہو۔ ششم والدین کی خدمت کا علم۔ ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم۔ ہشتم خرید و فروخت کا علم اگر ضرورت ہو۔ نہم حلال و حرام کا علم، کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں اور گر پڑے۔

(۲) چاہیئے کہ تم خدا داں بنو اور خدا خواں بھی اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالٰی سے ڈرتے رہو کیونکہ کوئی عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے۔ نیز چاہیئے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ میں رکھو کہ کوئی عبادت و سجدے کے لائق نہیں سوائے خدائے تعالٰی کے جو باپ بیٹے اور معونت و مدد سے بے نیاز ہے، جب تم نے یہ بات جان لی تو تم ذاکرین میں سے ہو گے اور جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو خدا تعالٰی کا ذکر اور جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کر دیتا ہے اور تمھارے مال کو زکوٰۃ اور تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں کی رضامندی اور تمارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے یارو! اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

(۳) چاہیئے کہ تم توبہ کرتے رہو کیونکہ توبہ تمام بندگی کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی کرو اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو تا کہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

(۴) چاہیئے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو کیونکہ تمام کاموں میں

اصل یہ ہے۔

(۵) فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب، ترک عادت، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادید کا نام ہے۔

(۶) ہر حال میں امر معروف اور نہی منکر بجالاؤ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ اور آیہ یا ایھا الذین امنو قو انفسکم و اھلیکم نارا و قودوھا الناس والحجارۃ (اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی ہیں اور پتھر: سورہ تحریم) پر غور کرو۔ تاکہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو اور جو بات کہ عتیبہ الغلام علیہ الرحمہ نے فضیل عیاض علیہ الرحمہ سے ارشاد فرمائی اس سے آگاہ رہو۔ ایک دن ہوا نہایت سرد تھی عتیبۃ الغلام باریک کپڑے پہنے ہوئے سرد ہوا میں کھڑے تھے اور ان سے پسینہ جاری تھا، فضیل نے پوچھا کہ اس ٹھنڈی ہوا میں پسینہ کس سبب سے ہے؟ عتیبہ نے جواب دیا کہ اس جگہ مجھ سے ایک گناہ صادر ہوا ہے پوچھا گیا کہ وہ گناہ کیا ہے اور کس طرح کا ہے، جواب دیا کہ باوجودیکہ مجھ میں امر بالمعروف کی طاقت تھی اور منع منکر کی بھی طاقت تھی مگر میں نے منع نہ کیا اور امر معروف کو ترک کیا۔ اس لئے اب تک اس شرمندگی میں ہوں اور اس پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اب تم اپنے دل میں خیال کرو کہ ہم سے ہر روز کتنے امر معروف اپنے حق میں بالخصوص دوسروں کے حق میں ترک ہوتے ہیں، اپنے عملوں کو زر خالص خیال نہ کرنا چاہیئے بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے، اگر نیک ہو تو قبول ورنہ رد کر دینا چاہیئے۔

(۷) تمام کاموں میں اصل شریعت اور ان حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں لیکن عامل کو چاہیئے کہ اپنے دل میں خیال کرے کہ اس حد کے بارے میں جو بندوں میں باہم ہے کتنے وعید نازل ہوئے ہیں۔ پس جو حد کہ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اس کا کیا حال ہوگا وہ حدیں مکان وزمان میں اور نظر اور گفت وشنید میں اور چلنے کھانے پینے اور نفقہ وصدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ اس کی رعایت کر سکتے ہیں کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور وہ کام کرنا چاہیئے جو نجات کا سبب ہو اور کسب حلال کی طرف بطریق غنا و کفاف متوجہ ہو نہ کہ لاف واسراف کے واسطے۔ اس کے بعد نفقہ کی طرف بطریق شرع متوجہ ہو نہ کہ بطریق اسراف یا بخل بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال کمائی سے کرو، رہے حدود روزہ جو سال میں ایک بار آتا ہے سو وہ اپنے تئیں صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے اور اپنے کان کو حرام سننے سے اور ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا باطن روزہ ہے۔ حقیقت روزہ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص روزے کے وقت میں تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے، کیونکہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا اس کی نماز اور حج اور کوئی کام قبول نہیں ہوتا، نیز فرمایا کہ بخیل خدا تعالیٰ سے اور بندگانِ خدا کے دلوں سے دور رہتا ہے اور بہشت سے دور اور دوزخ سے نزدیک ہے۔ اور سخی خدا کی رحمت سے اور بندگانِ خدا کے دلوں سے نزدیک اور دوزخ سے دور ہے نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے دین کو کوئی چیز اس طرح درست نہیں کرتی جس طرح حسن خلق اور سخاوت۔

(۸) پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ یارو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس سبب سے مقصود حقیقی تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کہ انہوں نے راہ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور دنیائے فانی پر قانع ہو گئے ہیں لیکن صوفی کو چاہیئے کہ معرفت وتوحید باری تعالیٰ میں اپنے اعتقاد کو درست رکھے اور گمراہی اور بدعت سے دور رہے اور اپنے اعتقاد میں مقلد نہ بنے اور ہر بات میں دلیل وبرہان رکھتا ہو تاکہ بوقت حاجت حتی الامکان اسے بیان کر دے۔ اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کہیں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے کیونکہ اگر دوسروں کے لئے غیبت ہے تو اس گروہ کے لئے کشف ہے۔ جو کچھ معرفت سے دوسروں کا مقصود ہے ان کے حق سے موجود ہے کیونکہ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہمارے یار اہل وصال ہیں۔ اس گروہ کو اس گروہ سے کیا نسبت؟ یارو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو کہ جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو شدائد وبلیات سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں کے طالب رہنا کہ ہر دو جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

(۹) چاہیئے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو اور ان کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ وہ اُمت محمدیہ ﷺ کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور ان کی صحبت سے دور رہو اور دنیا داروں سے صحبت نہ رکھو کیونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دور رکھتی ہے۔

(۱۰) چاہیئے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دور رہو اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے اگر تمہیں زیادہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

تفصیل مطلوب ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی وصیتوں کا مطالعہ کرو۔ سالک کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ **العاقل تکفیہ الاشارۃ** جب حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیتیں کیں تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے یاروں کے کام کا سرانجام ان وصیتوں کی نگہداشتوں پر ہو، پھر فرمایا کہ مشائخ متقدمین نے اپنے اپنے مریدوں سے ارشادات فرمائے جن کو وہ بجالائے میں بھی امیدوار ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے یاروں کو ان وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا سبب کیا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا اور دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اسی دن جوار رحمت الٰہی میں چل بسے۔

(مقامات امیر کلال لحفید الامیر حمزہ بن الامیر کلال)

WWW.NAFSEISLAM.COM

فکر اقبال اور سلطان ٹیپو کی جدوجہد آزادی

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

فکرِ اقبال کے تشکیلی عناصر کا جائزہ لیا جائے تو فہم و ادراکِ قرآن، جذبۂ عشقِ رسول ﷺ، تاریخِ اسلامی کے رجالِ کار کے افکارِ حریت سے گہرا شغف اور ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کی کسک اور تڑپ بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کی سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی میں گزرتی راتوں کی ساری سرگزشت فقط گزرے ہوؤں کی آرزو ہے۔ وہ اُمتِ مسلمہ کے زوال و ادبار پر سخت رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہمہ دم شاخِ ہاشمی پہ نئے برگ و ثمر دیکھنے کی تمنائی رہتی ہیں۔ وہ ملت کو حال مست اور ماضی فراموش بن کر مستقبل تباہ کرنے کی بجائے ماضی سے رشتہ استوار کر کے حال و استقبال کو سنوارنے کا سبق دیتے ہیں۔ وہ جدت پسندی کی تمام تر ندرتوں کے ساتھ روایت کی قدامتوں سے پیچھا نہیں چھڑاتے بلکہ اسے ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کے سنہری ماضی میں مینارۂ نور کی طرح جگمگاتی ایک ایک شخصیت کے حضور خراجِ عقیدت بھی پیش کرتے ہیں اور افرادِ ملت کو ان کے افکار سے سبق سیکھنے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ وہ شوکتِ سنجر و سلیم اور فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ کے بیک وقت شیدائی نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک سلطان محمود غزنوی، اورنگزیب عالمگیر اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ اور حضرت میاں میرؒ کی اپنی اپنی جگہ اہمیت مسلم دکھائی دیتی ہے۔ شکست، ہزیمت، بزدلی، سست کامی اور ناکامی کے چر کے سہتی ملتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کو وہ خالد بن ولید، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم اور سلطان محمود غزنوی اور دورِ متاخرین میں سے سلطان ٹیپو جیسے مردانِ حر کی شجاعت و بسالت سے روشناس کراتے ہیں۔ انگریزوں کے دورِ غلامی کے آغاز سے بھی اس کے پھیلتے سایوں کو بھانپتے ہوئے سب سے پہلے جس کی تلوار نیام سے نکلی اور جس نے بروقت اپنے ہم وطنوں کو خبردار کیا اور انگریزوں سے مسلسل برسرِ پیکار رہ کر دورِ استبداد کو روکنے کی کوشش کی اور مردانہ وار شہادت کو گلے لگایا وہ شیرِ اسلام سلطان فتح علی ٹیپو ہی ہیں۔ وہ اسلامی تاریخ کی چند شخصیات میں سے ہیں جنہیں اقبال نے بہادری، جرات، عزیمت، حریت اور ایثار کے استعارے کے طور پر پیش کیا ہے۔

حضرت اقبال کے فارسی کلام میں جاوید نامہ ان کے فکر و فلسفہ کی معراج ہے جس میں انہوں نے سوئے افلاک تصوراتی سفر کیا ہے اور دورانِ سفر مختلف افلاک پر تاریخِ انسانی کی اہم شخصیات سے ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ محض تصوراتی ملاقاتیں ہی نہیں بلکہ ان شخصیات کی زبانی انہوں نے ملتِ اسلامیہ کی نسلِ نو کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر یقین کے اُجالوں میں لانے کی کوشش کی ہے اور انہیں پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے کی بجائے مسلسل جد و جہد اور تگ و تاز کا درس دیا ہے۔ اس سفر میں ان کی ملاقات حضرت سلطان ٹیپو شہید سے ہوتی ہے اس ملاقات سے قبل مرشدِ اقبال حضرت رومی ان کا بڑے شاندار الفاظ میں سلطان ٹیپو سے تعارف کرواتے ہیں۔

آں شہیدانِ محبت را امام
آبروئے ہند و چین و روم و شام
نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر
عشق رازے بود بر صحرا نہاد
تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد
از نگاہ خواجہء بدر و حنین
فقرِ سلطان وارثِ جذبِ حسین
رفت سلطاں زین سرائے ہفت روز
نوبت اورد دکن باقی ہنوز

ترجمہ: ایک وہ راہِ محبت کے شہیدوں کا امام تھا جو ہندوستان، چین، روم اور شام کی آبرو تھا۔ اس کا نام سورج اور چاند سے زیادہ روشن ہے۔ اس کی قبر کی مٹی مجھ سے اور تجھ سے زیادہ زندہ ہے۔ عشق ایک راز تھا جسے اس نے صحرا کے سپرد کیا یعنی پیغامِ عشق کو عام کر دیا اور تو کیا جانے کہ کافر اور مکار انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے اس نے کس ذوق و شوق سے جان دی۔ بدر اور حنین کی جنگوں کے خواجہ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہِ کرم سے سلطان ٹیپو شہید کا فقر جذبِ حسین کا وارث تھا۔ سلطان شہید تو اس ہفت روزہ جہاں سے جا چکا ہے لیکن اس کے نام کا ڈنکا آج تک دکن میں بج رہا ہے۔

اس تعارف کے بعد نادر شاہ، ابدالی اور ناصر خسرو علوی سے اقبال کا مکالمہ ہوتا ہے اسی دوران سلطان ٹیپو اقبال سے مخاطب ہوتے ہیں اور ہندوستان کے متعلق کچھ سوالات کرتے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

باز گو از ہندو از ہندوستاں
آنکہ با کاہش پر زد بوستاں
آنکہ اندر مسجدش ہنگامہ مُرد
آنکہ اندر دیرِ اُو آتش فُسرد
آنکہ دل از بہر اُو خوں کردہ ایم
آنکہ یا دش را بجاں پروردہ ایم
از غمِ ماکُن اُورا قیاس
آہ ازاں معشوق عاشق ناشناس

ترجمہ: اے زندہ اود (اقبال کا تصوراتی نام) ہنداور ہندوستان کے متعلق پھر بات کر وہ ہندوستان جس کے ایک تنکے کے برابر (پورے پورے) بوستان کی کوئی قیمت نہیں وہ ہندوستان، جس کی مسجدوں میں (مومنانہ) ہنگامے مرگئے... وہ ہندوستان جس کے مندروں کے اندر (کافرانہ) آگ بجھ گئی......یعنی یہاں کے ہندو اور مسلمان دونوں خود کو بھلا کر انگریز حاکم کی غلامی پر رضا مند ہو چکے ہیں...... وہ ہندوستان......جس کے لیے ہم نے اپنا دل خون کیا ہے......وہ ہندوستان......جس کی یاد کو ہم نے اپنی جان میں پالا ہے...... ہمارے غم سے اس کے غم کا قیاس کر لے......افسوس ہے اس عاشق کو نہ پہچاننے والے معشوق پر......یعنی ملکِ ہندوستان کے اصل خیر خواہ تو ہم ہیں......اس کی آزادی کو بچانے کے لیے جان اور سلطنت کی قربانی تو ہم نے دی ہے......لیکن وہ ہمیں بھول کر غیروں کا یعنی انگریزوں کا دلدادہ ہو گیا۔

سلطان ٹیپو شہید کی گفتگو کا اقبال جواب دیتے ہیں:

ھندیاں منکر ز قانونِ فرنگ
در نگیر و سحر و افسونِ فرنگ
روح رابار گراں آئینِ غیر
گرچہ آید ز آسماں آئینِ غیر

اقبال جواب دیتے ہیں:

(اے سلطان فکر نہ کر) ہندوستانی عوام اب قانونِ فرنگ سے منکر ہو گئے ہیں۔ (کیونکہ اس وقت انگریز کے خلاف آزادی کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں) وہ افرنگی کے سحر و افسوں یعنی جادوگری کو قبول نہیں کر رہے ہیں......روح کے لیے غیروں کا دیا ہوا آئین بوجھ ہوتا ہے چاہے یہ غیروں کا آئین آسمان ہی سے کیوں نہ آیا ہو۔

اقبال کا جواب سن کر سلطان شہید پھر گویا ہوتے ہیں:

چوں مرید آدم از مشتے گلے
بادلے ، با آرزوئے ، در دلے
لذتِ عصیاں چشیدن کا رِاُوست
غیر خود چیزے ندیدن کارِ اُوست
زانکہ بے عصیاں خودی ناید بدست
تا خودی ناید بدست آید شکست
زائرِ شہر و دیارم بودۂ
چشم خود را بر مزارم سودۂ
اے شناسائے حدودِ کائنات
درد کن دیدی ز آثارِ حیات؟

ترجمہ: چونکہ آدمی مٹی کی مٹھی سے اگتا ہے یعنی وہ مٹی کا بنا ہوا آدمی جب معرضِ وجود میں آتا ہے ایک دل اور دل کے اندر ایک آرزو کے ساتھ آتا ہے......تو گناہ کی لذّت چکھنا اس کا کام ہے......اپنے سوا کسی کو نہ دیکھنا اس کا کام ہے......کیونکہ بغیر گناہ کے خودی ہاتھ نہیں آتی

......اور جب تک خودی ہاتھ نہ آئے آدمی کے ہاتھ میں صرف شکست آتی ہے......اور جب تک آدمی ماحول سے برسرِ پیکار نہ ہو اس کی پوشیدہ صلاحیتیں آشکار نہیں ہوتیں......جب تک انسان سے غلطیاں نہ ہوں وہ ان کو سنوارنے اور ان سے باز رہنے کی کوشش نہیں کرے گا......خودی کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے مشکلات کا سامنا ہو۔اے زندہ رود (اقبال) تو میرے مزار اور میرے شہر کا زائر ہوا ہے تو نے اپنی آنکھوں کو میرے مزار پر ملا ہے......اے حدود کائنات کے شناسا کچھ بتا کیا تو نے دکن (جنوبی ہند جہاں سلطان ٹیپو کی حکومت تھی) میں زندگی کے آثار دیکھے ہیں۔

اقبال جواب دیتے ہیں:

تخم اشکے ریختم اندر دکن
لالہ ہا روید زخاکِ آں چمن
رودِ کاویری مدام اندر سفر
دیدہ ام در جان او شورے دگر

میں نے اپنے آنسوؤں کے بیج دکن میں بودیے ہیں اب اس چمن کی مٹی سے لالے کے پھول اُگ رہے ہیں......یعنی عشاق آزادی میرے پیام کی وجہ سے پیدا ہونے لگے ہیں۔ دریائے کاویری پہلے کی طرح ہمیشہ سفر میں ہے اس کی جان میں ایک نیا شور دیکھا ہے......یعنی وہاں کے لوگ اب بیدار ہونے لگے ہیں......اور وہ غاصب انگریز سے اپنی آزادی چھین لینے کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

باخبر شو از مقام آدمی

حافظ شیخ محمد قاسم

سہون شریف لال شہباز قلندر کے مزار پر حاضری ہوئی۔ پریس کلب میں شاہ جی نے صحافیوں سے خطاب کیا۔ رات دادو میں یارسول اللہ کانفرنس سے آپ نے خطاب کرنا تھا۔ گرمیوں کی رات کا پتہ ہی نہیں چلتا ختم ہو جاتی ہے۔ ایک بجے رات کانفرنس ختم ہوئی اور ہم لاڑکانہ کے لئے روانہ ہوئے۔ احباب نے روکا کہ راستہ خطرناک ہے اس وقت آرام فرمائیں اور صبح سفر پر روانہ ہوں لیکن وہ لوگ جنہیں شاہ جی کا قرب نصیب ہوا، جانتے ہیں کہ ان کے عزم اور ارادہ کو بدلنا خاصا دشوار ہوتا ہے۔ سفر پر نکل تو پڑے لیکن اچانک آندھی وطوفان نے گھیر لیا۔ بارش کبھی رکتی اور کبھی برستی۔ سنگل روڈ پر گاڑی ویسے بھی چلانا قدرے دشوار محسوس ہو رہی تھی اور میری بدقسمتی کہ نیند مسلسل مجھے چھیڑ رہی تھی اور میں اس کی شرارت سے تنگ آ چکا تھا شاہ جی نے میری مشکل محسوس کی اور مجھ سے گاڑی لے لی۔ بارش سے ڈھلی ہوئی سڑک پر شاہ جی گاڑی چلانے لگے۔ تیز رفتاری کے باعث اب میری نیند نے کہیں اور پناہ تلاش کر لی۔ گاڑی کے مخالف دوڑتے ہوئے درخت بتلا رہے تھے کہ رفتار زیادہ ہی تیز ہے۔ سڑک کے دورویہ فوجی نوجوان ڈیوٹی پر مامور تھے کچھ فاصلہ طے کر لینے کے بعد ایک ''ٹرک ہوٹل'' پر شاہ جی نے چائے پینا چاہی اور دوست احباب نے بھی پسند یہی کیا کہ رک جانا مناسب ہے۔ شاہ جی بان کی چارپائی پر آلتی پالتی مار کر تشریف فرما ہوئے اور ایک ساتھی پاؤں دبانے میں مشغول ہو گیا۔ سڑک پر ڈیوٹی پر مامور ایک فوجی نوجوان شاید ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد شاہ جی کے پاس آیا۔ سندھی آداب کے ساتھ سلام کیا اور شاہ جی نے شفقت کے ساتھ اس سے نام پوچھا:

''جلال الدین اکبر'' اس نے ادب سے جواب دیا

اچھا تو آپ اکبر ہیں؟ شاہ جی نے کہا۔ اکبر بولا سائیں اکبر کیسا آدمی تھا۔ ہمارے مولانا تو اسے بہت برا کہتے ہیں۔ شاہ جی نے تاریخ کی اوراق گردانی کی اور فرمایا:

''اکبر کا عروج اس کے حسن انتظام میں مضمر تھا اوائل عمر میں صوفیاء کی محبت میں وہ سرشار رہتا تھا بلکہ اس نے اپنے بیٹے کا نام خواجہ سلیم چشتیؒ کے نام پر رکھا تھا جو بعد میں جہانگیر بن کر مشہور ہوا۔ اکبر بابا کی نسبت سے جہانگیر کو ''شیخو بابا'' کہا کرتا تھا۔ اپنے اس بیٹے کی پیدائش پر وہ آگرہ سے اجمیر تک 230 میل تقریباً پیدل چل کر حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار پر حاضر ہوا بلکہ تعمیر روضہ بھی کرائی۔ اقتدار سرکش ہوا تو صحبت بگڑی اور اسے اتحاد مذاہب کے عفریت ڈسنے لگے، بنیادی طور پر جاہل تھا، بگڑے ہوئے علماء اور بدکردار عمائدین سلطنت نے اسے بدعقیدگی کی لپیٹ میں لے لیا''۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد لاڑکانہ روانہ ہوئے اور رات لاڑکانہ میں بسر کی۔ صبح سلسلہ نقشبندیہ کی معروف خانقاہ قمبر شریف حاضری ہوئی۔ سائیں غلام حسین نے پرتپاک، والہانہ اور خلوص سے بھرپور استقبال فرمایا۔ شاہ جی قبلہ حضرت پیر صاحب والاشان سے بہت متاثر ہوئے۔ باطن کی صفائی، نیت کا اخلاص، روح کی پاکیزگی اور اخلاق کی رفعت سب کچھ دیدنی تھا۔ پیر صاحب خانقاہ شریف میں قائم خوبصورت، وسیع اور کشادہ مسجد میں لے گئے۔ فن تعمیر پاکیزہ چاہتوں کا امین رنگ وروغن، شگفتہ طبعی کا ذریعہ اور حسن انتظام داد وتحسین کا محرک بن رہا تھا۔ ظہر یا عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور پیر صاحب نے شاہ جی کو رخصت کیا۔ دونوں بزرگوں کو دیکھ کر ایک شعر یاد آیا

انہیں دیکھو وہ رخصت ہو رہے ہیں
مجھے دیکھو میں رخصت کر رہا ہوں

رخصت ہوئے تو میں نے شاہ جی کو گاڑی میں غور سے دیکھا۔ لگا جیسے آپ مخدومیت سے تنگ ہوں اور ایک سچے طالب اور سالک کا تواضع اور فقر ان کی اداؤں سے چھلک رہا ہو۔ قریب رہنے والے دوست جانتے ہیں کہ شاہ صاحب پڑھا رہے ہوں تو محترم اور شفیق استاد ہونے کے ساتھ سینکڑوں کتابوں کا دائرۃ المعارف بنے ہوتے ہیں۔ دوستوں میں کسی پہاڑ کی اوٹ میں محو گفتگو ہوں تو لگتا ہے جیسے کبھی کتاب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ڈیرے پر آلتی پالتی مار کر جلوہ فروز ہوں اور مسائل کا تجزیہ کر رہے ہوں تو محسوس ہوتا ہے جیسے شاہ جی ساری زندگی سیاست کے معلم و مبصر رہے ہوں۔ مغربی اور مشرقی علوم پر دسترس رکھنے والے شاہ جی کی زندگی کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ وہ محبت کی دنیا سے میم اور الفت کے جہاں سے الف اور ہیبت ومتانت کی ہفت اقلیم سے ہا کی آمیزش سے ماہ نو تخلیق کرتے رہتے ہیں۔ میں نے جرأت کی اور پوچھا اب ارادہ کیا ہے؟ شاہ جی نے فرمایا:

قاسم! جد امجد حضرت خواجۂ خواجگان مخدوم المخادیم پیر سید صدر الدین بادشاہ اور سپہر عشق کے ماہ تابندہ حضرت پیر سید جلال محمد مکی علیہ الرحمہ کے مزارات پر حاضری کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ کا مزار پاک بھکر میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت سید جلال محمد مکیؒ سید عبداللہ شاہ غازی کے بعد سندھ میں تشریف فرما ہونے والے پہلے بزرگ ہیں۔ آپ علوم میں یگانہ اور معرفت میں

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

فرد فرید تھے۔ آپ کے مزار سے ہمہ دم ہیبت اور جلال کا تشرح ہو رہا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔''

شاہ جی کی معیت میں حاضری ہوئی۔ کراچی سے آنے والی گاڑیاں واپس بھجیں اور راولپنڈی روانگی کے لئے ائرپورٹ پر پہنچے تو جہاز میں بورڈنگ بند ہو چکی تھی۔ شاہ جی نے فرمایا دیکھو اگر ریل پر نشست مل جائے تو وہ ہی ٹھیک ہے۔ سکھر قیام ممکن نہیں، رات آٹھ یا نو بجے ریلوے سٹیشن پہنچے۔ مشکل پیش آئی لیکن نشست محفوظ ہوگئی۔ سکھر کے علماء ومشائخ الوداع کہنے کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ سٹیشن ماسٹر خود حاضر ہوئے۔ شاہ جی نے اعلیٰ درجہ کی انتظار گاہ میں چائے نوش کی اور ریل میں نشست گاہ کی طرف بڑھے، عوام میں ایک بے قراری پائی جاتی تھی۔ مصافحہ، دست بوسی اور قدم بوسی عقیدتوں کا اظہار اپنے اپنے انداز میں ہو رہا تھا۔ شاہ جی کی محبت اور عقیدت لوگوں میں خوشبو بن کر پھیل چکی تھی۔ وسل بجی اور لوگ گاڑی سے اتر گئے اور شاہ جی بغیر کسی انتظار کے برتھ پر چڑھ گئے اور چہرے پر چادر لے کر ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے۔ راقم کی نشست کے بالکل سامنے ایک جواں سال خاتون دیکھا تو زاروقطار رو رہی تھی۔ میرے دل میں تجسس، حیرت اور ہمدردی کے جذبات امڈ آئے، چاہا کہ پوچھوں کہ وہ خاتون کیوں رو رہی ہے۔ وہ خود مجھ سے پوچھنے لگیں یہ بزرگ کون ہیں؟

مصیبت ہے شاہ جی نے ہم پر پابندی لگا رکھی ہے کہ راستے میں کسی سے ان کا تعارف نہ کرایا جائے۔ قبل اس کے کہ میں بولتا شاہ جی خود نیچے اتر آئے اور لڑکی سے پوچھا بیٹی رو کیوں رہی ہو؟ تھوڑی دیر کے لئے وہ لڑکی حواس پر گرفت کھو بیٹھی، سراسیمگی نے اس کے وجود کو درکا دیا۔ تھوڑا وقت گذرا تو لڑکی نے تھرتھرائی اور بھرائی آواز میں کہا میرا نام عائشہ ہے کیا آپ مجھے اپنی سرگزشت بیان کرنے کا موقع دیں گے۔ شاہ جی نے فرمایا بیٹی بتاؤ کیا مشکل ہے۔ معلوم ہوا کسی اوباش لڑکے نے اس سے شادی کی اور پندرہ دن بعد بھاگ کر امریکہ چلا گیا اور وہاں سے طلاق نامہ ارسال کر دیا۔ عائشہ کی حالت غیر تھی۔ وہ غصہ، انتقام اور حق خواہی کے جذبوں کی آگ میں گویا جل رہی تھی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سفارت خانے میں پہنچ کر سب کچھ جلا دے گی۔ شاہ جی حالات کا تفہم کر چکے تھے آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا سو جاؤ انشاء اللہ پنڈی پہنچ کر آپ میرے گھر رہنا میں تمہارا باپ بن کر جو کرسکا کروں گا۔ راولپنڈی پہنچے تو اب ہم دو نہیں چار تھے۔ گھر داخل ہوئے تو بی بی اماں نے استقبال کیا اور مجھے فرمانے لگیں قاسم بیٹا! ہمارے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ سید گھرانے کی ریت ہے وہ بیواؤں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی کفالت اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ میں خود شاہ جی کے گھر چونکہ بیٹا بن کر پروان چڑھا ہوں مجھے یقین سا تھا کہ شاہ جی فرماتے ہیں کہ زندگی میں مشکل فیصلے تکلیف دہ ہوتے ہیں لیکن نتیجہ خیز بن جائیں تو جنت کا سکون عطا کرتے ہیں۔

قارئین! یقین جانیے تین سال، لگتا تھا جیسے شاہ جی کی اپنی بیٹی سکھر رہتی ہے۔ تحائف بھیجے جا رہے ہیں۔ عیدیاں ارسال کی جارہی ہیں۔ فون پر گھنٹوں آپ عائشہ کو تسلیاں دیئے جا رہے ہیں اس دوران اللہ نے عائشہ بہن کو ایک بیٹی عطا فرما دی ایک دن وہ اسے لے کر پنڈی آئیں، شاہ جی کے گھر جیسے جشن ہوتا ہے، بہت کم ہوتا ہے کہ شاہ جی کسی کو اسٹیشن خود لینے جائیں۔ یہ بھی میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ ہزاروں کے اجتماع میں خطابت کے گوہر لٹانے والا شاہ جی، محفل ذکر میں متانت کی چادر اوڑھ کر، سچائیوں کا مقسم جب کسی کو تکلیف میں دیکھے تو محسوس ہوتا ہے جیسے ہر درد کی سوئیاں ان کے جسم میں کھب رہی ہوں۔ مجھے اندازہ نہیں تین سالوں میں شاہ جی نے عائشہ بہن کے ساتھ کیسا کیسا حسن سلوک برتا البتہ مجھے یہ حیرانگی ضرور ہے کہ آپ نے امریکہ اور کینیڈا سے اس کا خاوند تلاش کر لیا اور پاکستان بلا لیا۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ طلاق نامہ جعلی تھا اب میں صرف اس دلپذیر لمحے کی خوشیوں کی گواہی دوں گا جب اظہر اپنی بیگم عائشہ اور بیٹی ارم کے ساتھ سکھر روانہ ہو رہا تھا اور شاہ جی الوداع کرتے ہوئے فرما رہے تھے اللہ خوشیاں نصیب فرمائے۔ چند دن پہلے عائشہ بہن کا فون آیا کہ شاہ جی رابطے میں نہیں آ رہے۔ اللہ نے ہمیں بیٹا عطا فرمایا ہے۔ ہم شاہ جی کے مرید ہیں لیکن شاہ جی ملتے نہیں۔ شاہ جی سے صورت حال عرض کی تو آپ نے صرف اتنا فرمایا

''قاسم میں ٹرین میں سولہ سال بعد صرف عائشہ کے لئے بیٹھا تھا اب اسے کہو غم خوشیوں میں ڈھل گئے ہیں تو اللہ اللہ کرو مجھ سے رابطے کا کوئی فائدہ نہیں رب را کھا۔''

شاہ جی کو دیکھ کر اقبال یاد آئے اور اقبال کو پڑھ کر شاہ جی اچھے لگتے ہیں

باخبر شو از مقام آدمی

❁ ❁ ❁

قومی ترقی میں دینی مدارس کا کردار

محمد اسلم الوری

تعلیم انسانی ترقی کے اہم ترین پہلوؤں میں سے ایک ہے اور ہر معاشرہ میں اسے سب سے موثر ادارہ کی حیثیت حاصل ہے۔ بعض مسلم اسکالر کے نزدیک اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم ایک طویل المدت عمل ہے جس کے ذریعہ ایک فرد کو اللہ کی زمین پر اس کے نائب کے طور پر اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے تا کہ وہ دنیوی واخروی فلاح ونجات کا مستحق قرار پاسکے۔ تعلیم ترقیاتی عمل کو براہ راست متاثر کرتی ہے کیونکہ دونوں عوامل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تعلیمی پالیسی کو قومی تقاضوں اور عصری ضروریات سے ہم آہنگ کر کے ہی قومی ترقی کے اہداف حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ایشائی ٹائیگرز معیشتوں نے نظام تعلیم کو اپنی صنعتی ضروریات سے ہم آہنگ کر کے ہی حیرت انگیز انداز میں ترقی کی ہے۔

ترقی سادہ ترین معنوں میں کسی معاشرہ کے لیے مجموعی خیر میں اضافہ کا نام ہے اس فلاح وخیر کے مظاہر ترقی کے لیے درکار بنیادی ڈھانچہ کی تشکیل، صحت، تعلیم اور روزگار کے مواقع کا فروغ اور رسائی، مجموعی پیداوار اور فی کس آمدن میں اضافہ، سالانہ شرح پیدائش اور شرح اموات میں کمی، غربت وناداری، بیماری و بے روزگاری میں کمی اور افراد معاشرہ کے معیار زندگی اور اخلاق وکردار میں تعمیری اور مثبت تبدیلیوں کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔ قومی ترقی کی رفتار اور اس پر تعلیم کے اثرات کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ کی قومی پالیسی کے مقاصد واہداف کیا ہیں۔ نصاب تعلیم کیا ہے؟ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کا معیار، طریق تدریس اور تعلیمی وتدریسی ماحول اور سہولیات کی کیا کیفیت ہے؟

بدقسمتی سے ہمارے ہاں ترقیاتی اہداف اور تعلیمی پالیسیوں میں انتہائی تضاد اور بُعد کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے مگر نظام تعلیم کو قومی تقاضوں اور عصری ضروریات سے ہم آہنگ کرنے میں ہم بُری طرح ناکام رہے ہیں۔ اقتدار پر طویل عرصہ سے جاگیردانہ اور سامراجی ذہنیت کے حامل افراد کے ناجائز تسلط کے باعث ملک میں مختلف نظام ہائے تعلیم رائج ہیں جو حقیقی و پائیدار ترقی کی راہ میں حائل اور طبقاتی تقسیم کو فروغ وتقویت دینے کا باعث ہیں۔ امراء کے لیے نجی شعبہ میں قائم غیر ملکی جامعات اور تعلیمی نظاموں سے وابستہ مغربی طرز کے ادارے، غریب ومتوسط شہریوں کے لیے بنیادی سہولیات سے عاری پسماندہ سکول وکالج اور دینی تعلیم کے لیے نجی شعبے میں مختلف تنظیمات کے تحت عوام کی مالی معاونت سے چلنے والے قدیم طرز کے دینی مدارس قائم ہیں۔ مذکورہ تمام نظام ہائے تعلیم اپنے بنیادی مقاصد واہداف، نصاب ونصابی کتب، تعلیمی وتدریسی معیار وسہولیات، حلقہ ہائے سرپرستاں، تنخواہوں اور فیسوں کے معیارات، طلباء واساتذہ کی ذہنی استعداد اور سرکاری حلقوں میں پذیرائی کے حوالے سے یکسر متضاد ومتصادم نظر آتے ہیں۔ نتائج روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ ملک میں ایک طرف مغربی معیارات کے مطابق سامراجی آقاؤں کی خواہشات اور پالیسیوں کے تابع مستقبل کے حکمران تیار ہورہے ہیں تو دوسری جانب پسماندہ طبقات کو مزید کچلنے کے لیے تباہ حال تعلیمی اداروں سے تعلیمی اسناد کے نام پر بے وقعت دستاویزات کے پرزے اٹھائے پریشان، متفکر ومتوحش مستقبل سے مایوس وناامید ناقابل روزگار نوجوانوں کی فوج ظفر موج برآمد ہورہی ہے۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل، ترقی اور استحکام میں مسجد، مکتب اور خانقاہ پر مشتمل تعلیمی وتربیتی نظام کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی میں معلم کائنات ہادی برحق حضور سرور عالم ﷺ کے زیر نگرانی صفہ کلاسز کا اجراء تاریخ اسلام میں غیر رسمی طرز تعلیم (Non Formal Education) کی اولین درسگاہ کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے جہاں صحابہ کرام کو مقاصد نبوت کی روشنی میں کتاب وحکمت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی، یہ درسگاہ اقامتی وجز وقتی دونوں قسم کے افراد پر مشتمل تھی اور اس میں بلاامتیاز رنگ ونسل سب کو داخلہ کی اجازت تھی۔ مصطفائی معاشرہ کی اس ابتدائی درس گاہ میں علم وحکمت اور ظاہری و باطنی تزکیہ کے جواہر سے دامن بھرنے والے طلباء بڑے تربیت کاروں (Master Trainers) کی حیثیت رکھتے تھے جنہیں بعد ازاں دور دراز بستیوں اور قبائل کی طرف تبلیغ دین اور فروغ علوم کے لیے مامور کیا جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ اسلامی فتوحات اور تبلیغ واشاعت دین کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں تیزی سے وسعت پذیر مسلم معاشروں کی بڑھتی ہوئی سماجی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی وتربیتی ضروریات کے پیش نظر باقاعدہ تعلیمی درسگاہوں کا قیام ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ اموی اور عباسی خلفاء کے دور میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مصر، ایران، کوفہ، بغداد، غرناطہ، دمشق، قرطبہ، اشبلیہ، سندھ، تاشقند، سمرقند، بخارا، غزنی، ہرات اور بلاد اسلامیہ کے متعدد دیگر شہر علوم وفنون کے عظیم مراکز کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ جہاں دینی علوم کے ساتھ سیکولر علوم فنون کی اعلیٰ تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سندھ میں منصورہ، ٹھٹھہ، ملتان اور 13 ویں صدی میں شمالی ہندوستان میں باقاعدہ دینی درسگاہوں کا سراغ ملتا ہے۔ سلطنت دہلی کے قیام کے بعد دارالحکومت دہلی میں ایک ہزار سے زائد مدارس قائم تھے جن میں جملہ مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظام موجود تھا۔ مغلیہ دور میں تاج محل جیسی عجوبہ روزگار تعمیرات کرنے والے انجینئرز، مجدد الف ثانی جیسے عظیم مسلم صوفی اردو دانشور اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

گورنر پنجاب سعد اللہ خان جیسے منتظم ایک ہی نظام تعلیم کی دین تھے۔

مدارس دینیہ میں تعلیم و تربیت کا محور دین ہے۔ خدا رسی' رسول شناسی اور انسان نوازی اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے تاکہ ایک عالمگیر فکر پیدا ہو سکے۔ امام احمد رضا خانؒ کے مطابق ابتدائی سطح پر مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت و عظمت کا نقش طلباء کے دل پر بٹھایا جائے اور اس کے ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و علماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے۔ علاوہ ازیں آپ صداقت' افادیت' للّٰہیت' خودداری و خودشناسی' تعلیم اور متعلقات تعلیم کے ادب و احترام' مفاسد سے پاک سیر و تفریح اور ایسے پرسکون تعلیمی ماحول کو جہاں طالب علم کے دل میں وحشت و انتشار فکر پیدا نہ ہوں لازمی قرار دیتے ہیں۔

اسلامی مکاتب و مدارس مسلم تاریخ و ثقافت کا اہم حصہ رہے ہیں۔ سیاسی' معاشی' اخلاقی اور روحانی اعتبار سے مسلم معاشرہ کو نئے تقاضوں کی روشنی میں وسیع تر قومی مفاد اور ملی مصالح کے تحت از سر نو دینی بنیادوں پر منضبط کرنا ایسے اہداف تھے جنہیں طریقت کے مختلف سلاسل سے وابستہ جید صوفیاء نے اپنے اپنے علاقوں اور انفرادی دائروں میں مدارس اور تربیتی مراکز کے قیام کے ذریعے بحسن و خوبی انجام دیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں ہزاروں وارثان منبر و محراب کا شوق شہادت سے سرشار، سب کچھ، تج کر برطانوی استعمار کے خلاف دینی و سیاسی ورثہ کے تحفظ کے لیے میدان جہاد میں کود پڑنا، ہماری تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ آزمائش و ابتلا کے اس دور میں مسلم معاشرہ کے سدھار' جداگانہ مسلم تشخص کے تحفظ اور غیر مسلم اقوام کے تسلط سے نجات کے لیے قدرت نے جن اولوالعزم شخصیات کا انتخاب کیا ان میں چشتی' قادری و نقشبندی سلسلہ کے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے فرزندان ارجمند، حضرت مظہر جان جاناںؒ، شاہ غلام علی مجددیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، حافظ جمال اللہ رامپوریؒ، چشتی نظامی سلسلہ کے حضرت شاہ فخر الدین چشتی دہلوی اور ان کے خلفا، خصوصاً حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ، حافظ جمال اللہ ملتانی، خواجہ عبید اللہ ملتانی سندھ میں قادری سلسلہ کے روحانی پیشواء پیران پگارہ' سرحد میں اخوندزادہ عبدالغفور' پیر صاحب مانکی شریف' پیر صاحب زکوڑی شریف' حاجی صاحب ترنگ زئی وغیرہ شامل ہیں۔

علم و معرفت کی ان درسگاہوں کا سلسلہ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر، ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ 1994ء کے محدود شماریاتی جائزہ کے مطابق بھارت میں تیس ہزار سے زائد مسلم دینی مدارس قائم تھے زیر جائزہ فقط 526 دینی مدارس میں 147010 طلباء زیر تعلیم تھے جبکہ فی طالب علم اوسط اخراجات کا اندازہ 2158 روپے سالانہ لگایا گیا تھا لیکن دارالعلوم دیوبند میں 1994ء میں فی طالب علم اخراجات کی شرح 33971 روپے سالانہ تھی۔ بھارتی حکومت کا کہنا ہے کہ مسلم مدارس ملک کی سماجی' معاشی اور سیاسی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔ ایک سال میں 247 دن تعلیمی سہولیات فراہم کرنے والے دینی مدارس میں طالبات کے متعدد ایسے مدارس شامل ہیں جن میں برطانیہ' کینیڈا' امریکہ' فرانس' جنوبی امریکہ' لساکا' زیمبیا' اور ویسٹ انڈیز سے تعلق رکھنے والی طالبات زیر تعلیم ہیں۔ حکومت ہند کی مکمل حمایت و سرپرستی میں چلنے والے دینی مدارس میں بلاد اسلامیہ سے غیر ملکی طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد نے عالم اسلام میں بھارت کے امیج کو بہتر بنانے میں بیحد مدد دی ہے۔

بُعد مکانی' ثقافتی تنوع' آب و ہوا کے تغیر اور مقامی ضروریات و تحدیدات کے باوجود اس سلسلہ رشد و ہدایت سے وابستہ افراد کے ہاں حیرت انگیز طور پر ذہنی و فکری ہم آہنگی اور اہداف و طریق کار میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ دین متین کی سربلندی ان سب کا مطمع نظر رہا ہے۔ دین کی اساسی تعلیمات کا تحفظ اور بدعات و تجدد پسندی کے خلاف جدوجہد پر سب متفق ہیں یہ تمام افراد باطل نظریات کی بیخ کنی' مسلم ثقافت کے بنیادی شعائر کے فروغ' علوم اسلامی کے احیاء' مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کے پاکیزہ جذبہ سے سرشار ہیں۔ مسلم معاشروں میں تخریبی رجحانات کے انسداد' حلال و حرام اور سماجی و معاشی برائیوں کی نشاندہی' افراد معاشرہ کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی' نادار' یتیم' بے روزگار اور بے سہارا بچوں کی کفالت اور جدید سائنسی ترقی و ایجادات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے پیچیدہ سماجی و معاشی' انفرادی و اجتماعی مسائل و معاملات میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں واضح رہنمائی مدارس دینیہ سے تعلق رکھنے والے علماء دین کے فرائض میں شامل ہے۔ جہالت و ناخواندگی کا خاتمہ اور سماجی و معاشرتی برائیوں سے پاک ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرہ کا قیام ان کے بنیادی مقاصد و فرائض میں شامل ہے اور یہی وہ نکتہ ہے جس پر حکومتی پالیسی اور دینی مدارس کے مابین ہم آہنگی اور اشتراک کار کی راہیں کھلتی ہیں۔

وطن عزیز میں اسلامی مدارس کے وسیع نیٹ ورک اور معاشرہ پر اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی اثرات کا اندازہ درج ذیل حقائق سے لگایا جاسکتا ہے:۔

1۔ وفاقی وزارت تعلیم کے تحت 2005ء میں کیے گئے قومی تعلیمی شماریاتی جائزہ کے مطابق ملک میں قائم 11491 دینی مدارس میں 12619 خواتین سمیت 55210 اساتذہ تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان دینی مدارس میں 6270 (56%) دیہی اور 5221 (45%)

شہری علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ وزیر مذہبی امور کے مطابق مدرسہ رجسٹریشن ایکٹ کے تحت اب تک چودہ ہزار سے زائد مدارس کا اندراج کیا جا چکا ہے۔ وفاق المدارس کے ذرائع کے مطابق اس وقت دینی مدارس کی تعداد 17 ہزار سے زائد ہے۔ جہاں 15 سے 20 لاکھ غریب و نادار طلباء زیر تعلیم ہیں۔

2۔ مختلف تنظیمات مدارس سے وابستہ 7948 (69%) مدارس مختلف اسلامی مکاتب فکر یا مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں جہاں قرآن حکیم حفظ و ناظرہ، بنیادی دینی تعلیمات، مروجہ درس نظامی کے نصاب میں شامل تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، منطق، عربی اور فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ قرآن و سنت اور قانون اسلام کے دیگر فقہی ماخذ سے براہ راست مسائل کا استنباط کر سکیں۔ علاوہ ازیں دارالعلوم کورنگی کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم نعیمیہ لاہور، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ جیسے بعض ترقی یافتہ دارالعلوم میں طلباء کو میٹرک، انٹرمیڈیٹ اور ایم اے تک تعلیم کی سہولیات حاصل ہیں۔

3۔ شماریاتی جائزہ کے مطابق 1812 (16 فیصد) مدارس خالصتاً اقامتی نوعیت کے ہیں جبکہ 5018 (44 فیصد) غیر اقامتی اور 4661 (40 فیصد) ملی جلی خصوصیات کے حامل ہیں۔ خالصتاً طالبات کے لئے قائم 3925 مدارس میں فقط 274 (7 فیصد) میں تمام طالبات کے لیے جبکہ (562) 14 فیصد میں جزوی طور پر اقامتی سہولیات موجود ہیں۔

4۔ دینی مدارس کے تدریسی عملہ پر نظر ڈالتے ہوئے نہایت دلچسپ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ کل 55210 اساتذہ میں سے 12619 (23 فیصد) تدریسی شعبہ سے وابستہ ہیں۔ اساتذہ میں 43 فیصد نان میٹرک اور 57 فیصد میٹرک سے زائد تعلیم کے حامل ہیں جن میں 38 فیصد درس نظامی، 18 فیصد گریجویٹ، 378 ایم فل اور 240 پی ایچ ڈی اساتذہ شامل ہیں۔

5۔ قومی زندگی میں مدارس کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ صحراؤں، دشوار گزار کوہستانی علاقوں اور مناسب ذرائع نقل و حمل سے محروم علاقوں میں بھی بنیادی سہولیات سے محروم بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں حکومتی کوششوں میں شریک ہیں۔ صوبہ سندھ کے ضلع بدین میں خواندگی کی شرح فقط 23 فیصد اور ترک تعلیم کی شرح 70 فیصد ہے۔ اس دور افتادہ ضلع میں 90 دینی مدارس قائم ہیں جن میں ترک تعلیم کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔

6۔ دنیا بھر خاص طور پر امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، جاپان، فرانس، جرمنی اور دیگر ممالک کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں مختلف مسلم معاشروں میں رائج دینی تعلیم کے نصاب و طریق کار اور مقاصد و اثرات سے متعلق سوچ بچار، تحقیق و تفتیش، سیمیناروں اور سمپوزیم کا سلسلہ جاری ہے۔ دنیا بھر کے مسلم حکمران ایسی پالیسیاں تشکیل دینے میں مصروف ہے جن سے اسلامی مدارس کے متعلق عالمی رائے عامہ کو مطمئن کیا جا سکے۔

آج بھی ذہنی و عملی کجروی اور باطنی کثافت سے آلودہ اس ہوس زدہ اور بدمعاش پرور سماج میں اگر یتیم و نادار، بے سہارا و بے آسرا اور اپنی اقدار و روایات کے مطابق زندگی گزارنے کے متمنی افراد کو دور کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی ہے تو یہی دینی مدارس کی چار دیواری ہے۔ ان کے دامن میں سٹی سکول اور بیکن ہاؤس کی خرد افروزی تو نہیں، متاع دین و ایمان کی سلامتی کا سامان ضرور ہے۔ یہاں دینی حمیت اور مٹی کی محبت سے سرشار، راہ حق و صداقت میں شہادت کی آرزو لیے وہ صالح نوجوان تیار ہوتے ہیں جنہیں مغرب اور اس کے دم دار حاشیہ بردار نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمام تر کوتاہیوں کے باوجود دینی مدارس کے کردار کو جہالت و ناخواندگی کے خاتمہ، غربت میں کمی، روزگار اور علاج معالجہ کی سہولیات میں اضافہ، منشیات، تشدد و بدامنی اور دیگر سماجی و معاشی برائیوں کے خاتمہ جیسے قومی ترقی کے اہداف سے ہم آہنگ کر کے ملک میں دینی تعلیم کے ایک شاندار اور موثر نظام کی بنیادیں استوار کی جا سکتی ہیں۔

اسلامی علوم و فنون کے زوال کے بعد عالم اسلام میں اصلاح کا عمل 1798ء میں فرانس کے قبضہ کے بعد شروع ہوا جب الطحاوی اور علی مبارک نے فرانسیسی نظام تعلیم کے بغور مطالعہ کے بعد وطن واپسی پر 1872 میں تربیت اساتذہ کے پہلے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ برصغیر میں 1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد اسلامی مدارس کے احیاء اور بحالی کا سراغ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم منظر اسلام بریلی، ندوۃ العلماء لکھنؤ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے تحت علی گڑھ کالج کے قیام، لاہور میں انجمن نعمانیہ ہند اور انجمن اسلام سندھ میں زیر انتظام دینی و دنیوی تعلیم کے مدارس کے قیام میں ملتا ہے۔

دینی مدارس کو سرکاری سرپرستی حاصل نہیں رہی۔ بے روزگاری، مایوسی، عدم اطمینان، بے چینی 17 ہزار مدارس کا نصاب تقریباً یکساں ہے جدید مضامین رکھے ہیں۔

تعلیمی پالیسی برائے 2000-1998 کے مقاصد:-

1۔ موجودہ رسمی تعلیم اور دینی مدارس کے مابین خلیج کو دور کرنا
2۔ دینی مدارس کی اسناد کو رسمی تعلیم کے برابر لانا
3۔ ان کی اہمیت کو تعلیم کرنا اور تحقیق وحوالہ کی معیاری کتب تیار کرنا
تنظیم المدارس نے حکومت سے قطعاً تعاون نہیں کیا۔
رجسٹری، معیار بندی اور دینی اداروں کے نصابات میں یکسانیت پیدا کرنا۔

انضباطی طریق کار پر تحفظات

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان۔

مدارس کی رجسٹریشن کے لیے باہمی مشاورت سے سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860 میں دفعہ 21 کا اضافہ کے بعد ترمیمی آرڈیننس سوسائٹیز رجسٹریشن (دوسری ترمیم) آرڈیننس 2005ء جاری کیا گیا جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ :-

1۔ کوئی بھی مدارس خود کو رجسٹر کرائے بغیر کام نہیں کر سکے گا۔
2۔ ہر مدرسہ اپنی تعلیمی کارروائیوں اور کارکردگی کی سالانہ رپورٹ پیش کرنے کا پابند ہوگا۔
3۔ ہر مدرسہ اپنے حسابات کا سالانہ آڈٹ کسی آڈیٹر سے کرائے گا اور تنقیح شدہ حسابات کی رپورٹ رجسٹرار کو پیش کرے گا۔
4۔ کوئی بھی مدرسہ عسکریت پسندی یا فرقہ وارانہ تعصب ونفرت کو فروغ دینے والا لٹریچر شائع نہیں کر سکے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سفیرانِ نور۔۔۔۔۔ظلمتوں کی زد میں

انجینئر سرفراز احمد ضیغم

جماعت اہل سنت پاکستان باقیات الصالحات کی امین ہے۔ ساداتِ عظام کی قیادت میں سرگرداں لاکھوں افراد کا یہ پیراہن اور محبّ وطن قافلے استحکامِ پاکستان کی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ جماعت کا وجود مسلمانانِ عالم کے لئے نعمت غیر مترقبہ بھی ہے اور قدرت کا ارمغان عظیم بھی۔ حصول پاکستان کی منزل اس کی عظیم ترین کرامت ہے۔ پسِ منظر اور پیش منظر کے لحاظ سے صدیقین، شہداء اور صالحین عظام کی جماعت ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس پر اللہ جل شانہ کا ہاتھ ہے۔ رسالت مآب سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت کو عام کرنے کے نصب العین سے مالا مال اس کے کارکنان دنیا بھر کے معاشروں میں مختلف بھی ہیں اور منفرد کردار کے حامل بھی۔ ان کی محبت، نفرت اور تعلق کا معیار سرکارِ کائنات فخر موجودات سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کی ہستی ہے۔ ان کے ہاں غلامی رسول ﷺ کو کائنات بھر کی شہنشاہی پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ لوگ امنِ عالم کے ضامن ہیں اور امان کے پیامبر۔ ان کا پیکرِ خاکی جہاں بھر کے ظلمت کدوں میں نور کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ تابانیاں بکھیرتا ہے کہ مادیت کا پورا ماحول حیرانی کے سمندر میں غوطہ زن دکھائی دیتا ہے۔ اکرام علم اور احترام انسانیت کو وہ وقار عطا کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ درویش لاہوری حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے انہی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

دیکھے تو زمانے کو اگر میری نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے
خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شرر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے

حق وصداقت کا بول بلند کرنے کے حوالے سے انہیں وہ ملکہ حاصل ہے کہ جس کی تمثیل کا تصور وگمان بھی ناپید ہے۔ اسی جماعت کے سرخیل امام اعظم سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ ؓ کو جب خلیفہ وقت نے چیف جسٹس بننے کی دعوت دی تو آپ نے جمال عجز اور کمالِ انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی عدم لیاقت کا ارشاد فرمایا۔ جواباً خلیفۂ وقت آگ بگولہ ہو کر آپ پر دروغ گوئی کا الزام لگانے لگا تو آپ نے اعجاز بصیرت سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پھر آپ ایک جھوٹے شخص کو چیف جسٹس کیوں بنا رہے ہیں؟ آپ کی یہی بات بعد ازاں آپ کے لئے پابند سلاسل ہونے اور پس زنداں رہنے کا باعث بنی۔ آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے حق و باطل کے مابین امتیاز کی لکیر کھینچ دی اور پوری ملت اسلامیہ کو رہنمائی کے اعلیٰ وارفع اصول عطا کر دیئے۔

الغرض تاریخ اہل سنت کا نا صرف کوئی باب بلکہ کوئی ورق ایسا نہیں جسے اکابرین اسلام نے اپنے لہو سے نہ کھینچا ہو۔ اپنے عہد کے ظالم حکمرانوں نے جہاں اپنے جبر کا مظاہرہ کیا وہاں صوفیانِ عظام نے انہیں اپنے صبر سے شکست دی۔ فاسق و فاجر شاہوں نے اپنی رُوسیاہی سے تاریخ کی حرمت کو پامال کیا لیکن دین مبین کے بہی خواہوں نے ان کے مقابل اپنی تیغ لا الہ کو ہر دور میں بے نیام رکھ کر اسی تاریخ کے ماتھے کا جھومر بن گئے اور رہتی دنیا تک کی انسانیت کو آب خضر عطا کر گئے۔ شیخ سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو حقائق طشت از بام ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دین حق کے پھریروں کو سر بلند رکھنے کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلے میں کوئی موقع فروگذاشت نہ کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ان بزرگوں میں ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے براعظم ایشیاء میں بالعموم اور برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اسلام کے احیاء اور اس کی سیاسی سربلندی کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جہانگیر کے زمانہ اقتدار سے لے کر اب تک جتنے بھی مفکرین اسلام اس براعظم میں پیدا ہوئے اور جتنی بھی اسلامی تحریکوں نے یہاں سر اٹھایا، ان کا رشتہ کسی نہ کسی صورت میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شبانہ روز کاوشوں سے مسلم ہے۔ شاہ جہاں کی اسلام سے محبت، عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت عملی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے جواہر اور خود تحریک پاکستان کی کڑیاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے جا ملتی ہیں۔ درویش لاہوری حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

علیٰ ہذا القیاس یہ کہنا کائناتی سچ (Universal Truth) ہے کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نظریہ پاکستان کے موجد و بانی، اعلیٰ حضرت

عظیم البرکت امام احمد رضا خان نے اس نظریئے کو پالش کیا اور درویش لاہور حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اسے پیش کیا۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اعلامیہ "اگر محمد علی جناح مطالبہٗ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو سُنّی بالشت بھر بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے"۔ قیامِ پاکستان کا باعث بنا۔ وطن عزیز کے حالیہ فسادات، خطرات، سے لاحق صورت حال، دہشت گردی کے اقدامات، مذہبی منافرت، سیاسی، دینی، سماجی، اخلاقی سطح کا انتشار و افتراق، حب الوطنی کا فقدان، عدم اعتماد کا ماحول، باہمی ہم آہنگی کی زمیں بوسیاں، طوالت اقتدار کی ریشہ دوانیاں، آئینی حدود و قیود کی بے ضابطگیاں، عدل و انصاف کی عدمِ فراہمیاں، بے حیائی کا طوفانِ بدتمیزی، مہنگائی کی فراوانیاں و دیگر جملہ قباحتوں کا تعلق ایک مضبوط انداز سے دینی طبقہ کے ساتھ جا ملتا ہے، حقیقت کے آئینے میں ہماری دھندلی تصویر اس لحاظ سے ہمارا منہ چڑاتی ہوئی ضرور نظر آتی ہے کہ ہم امان کے امین ہونے کے باوجود، امن کی ضمانت دینے کے باوجود، محبِّ وطن ہونے کے باوجود، کبائر سے انحراف کرنے کے باوجود، دہشت گرد نہ ہونے کے باوجود، مذہبی منافرت سے اپنا دامن پاک اور صاف رکھنے کے باوجود۔ ان سب عناصر اور جملہ اقدار کی روح کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔ ماحول اگر اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ "مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب" (مسلمان مر گئے اور مسلمانی کتابوں میں رہ گئی) من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو (تم مجھے حاجی کہہ کر پکارو، میں تمہیں حاجی کہہ کر پکاروں گا) تو راقم کے منہ میں خاک، ان خرابیوں کے لامحالہ ہم بڑے حصہ دار اور ذمہ دار ہیں۔ معاف کرنے کی اگر گنجائش موجود ہو تو اس بیہودگی کی اجازت بھی مرحمت فرما دیں کہ ایک اور سچ کو طشت از بام کر دوں کہ ہمارے اکابرین اور وہ بزرگانِ دین، وہ علمائے کرام، مشائخ عظام و صالحین اُمت جنہوں نے قیامِ پاکستان کو اپنے لہو سے اساس فراہم کی۔ دو قومی نظریئے کے تحت مسلمانانِ ہند و دیگر قوموں کے مابین علیحدہ وطن کے لئے دنیا کے نقشے کو عجوبہ فراہم کیا۔ المختصر پاکستان بنانے کے بعد زیرِ زمین چلے گئے۔ رسمِ شبیری تو ادا کر گئے لیکن نتائج و ثمرات سمیٹنے کے بعد دیگر اہم ترین سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے اور عظیم سلطنت گوش بردیدوں کے حوالے کر گئے اور ملک و ملت کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو یزید اور یزید کے بعد بنوامیہ نے اسلام اور اہل بیت اطہار کے ساتھ کیا اور وہ لوگ سامنے آ گئے جن کے بڑوں نے اکابرین اسلام کے اس سلوگن "قومیں مذہب سے بنتی ہیں" کے مدمقابل یہ نعرہ لگایا تھا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" جن کی بیہودگیوں کی کلاس علامہ اقبال نے لگائی

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد این چہ بو العجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقامِ محمدِ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

(عجم یعنی غیر عرب ابھی تک دین کی حقیقتوں سے واقف نہیں ہیں ورنہ دیوبند کے حسین احمد سے یہ انتہائی حیران کن بات کیوں سرزد ہوئی۔ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ کہا کہ ملت کا تعلق ملک / وطن سے ہے۔ (نیشنلزم کی طرف) یعنی ہر ملک میں بسنے والے لوگ ایک ملت ہیں۔ وہ (مولانا) حضور اکرم ﷺ حصول پاکستان کی منزل اس کی عظیم ترین کرامت ہے کے مرتبہ سے کس قدر بے خبر ہیں۔ تُو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے خود کو وابستہ کر لے کہ حضور ﷺ مکمل دین ہیں۔ اگر تو نے حضور ﷺ سے وابستگی پیدا نہیں کی (مراد ملت کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشاد گرامی پر عمل نہیں کرتا) تو تیرے سارے عمل ابولہب کے سے ہیں۔ یعنی کفر و شرک اور مصطفےٰ کریم ﷺ سے بغض و عناد) لیکن اقبال کے مواعظ حسنہ پر دیوبند کے پیروکار مفتی محمود دیوبندی نے حسین احمد دیوبندی کی فکر کو یہ کہہ کر پروان چڑھایا کہ "خدا کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔" المیہ در المیہ کہ بعد ازاں یہی لوگ وطنِ عزیز کے ایوان ہائے اقتدار پر براجمان ہو گئے کیونکہ سیاست کا میدان خالی تھا اہل سنت سیاست کو شجر ممنوعہ قرار دے کر اور اسے وادیٔ خار قرار دے کر پیچھے ہٹتے رہے جبکہ پاکستان کے مخالفین آگے بڑھتے گئے۔ عدم استحکام پاکستان کے لئے انہوں نے لشکر و سپاہ تشکیل دیئے۔ جہاد کے نام پر اپنے بینک بیلنس بڑھائے۔ سیدھے سادے اور راسخ العقیدہ مسلمان بچوں کو گمراہ کیا، گویا وہ ہر معاملے میں پیش قدمی کرتے رہے، مساجد کا تقدس پامال کیا گیا، خانقاہوں کی روشنیوں کو ظلمتوں میں تبدیل کرنے کی ناپاک جسارتیں ہوئیں، جھوٹ کو سچ کا لبادہ فراہم کیا، بدی کو نیکی کے پیراہن میں تبدیل کیا الغرض حالات کو اپنے ڈھب پر لاتے رہے اور اپنے مکروہ و ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے پل بھر کی بھی تاخیر نہ کی۔ ہم آج تک یہ دعوے کر رہے ہیں کہ اہل سنت پاکستان کی عظیم ترین اکثریت ہیں اور بڑے طمطراق سے گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے رہے کہ سوادِ اعظم ہیں، ہماری صدائیں فضاؤں کو چیرتی رہیں کہ داتا

دربار، پیر بابا، پیر مہر علی شاہ، بری امام، دولہے شاہ، بلھے شاہ، وارث شاہ، شاہ رکن عالم، بہاؤالدین ذکریا، بابا شکر گنج، خواجہ غلام فرید، شاہِ گردیز، سخی شہباز قلندر، موہڑہ شریف (مری)، عبداللہ شاہ غازی، سلطان باہو، زکوڑی شریف، مانکی شریف، سیدو شریف، پیرو خیل شریف، چھوہر شریف، چورہ شریف، عیدگاہ شریف، سری کوٹ شریف، گھمگھول شریف، وغیرہ وغیرہ کے بزرگان دین رحمھم اللہ کے ماننے اور چاہنے والوں کی تعداد ان گنت ہے اور سارے کے سارے عاشقان رسول ﷺ ہیں۔ ان کے مزارات پُر انوار پر صرف اور صرف جمعرات کو زائرین کا جو اجتماع ہوتا ہے وہ دنیا بھر کے عالمی اجتماع سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ ہاں ہاں یہ سچ ہے اور صداقت کی اسی کیفیت نے مجھے مزاج کی شوریدگی اور دماغ کی آشفتگی میں مبتلا کر کے رکھ دیا ہے۔ میری شوریدہ سری کو اگر تنقیص شان تصور نہ کیا جائے اور مندرجہ ذیل معروضات کو برداشت کے عمل سے گزار دیا جائے تو ایک لمحہ کے لئے مقدار اور معیار(Quantity & Quality) کو بھی ملحوظ خاطر رکھ دیا جائے کہ سلسلہ ہذا میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کھڑے بھی ہیں یا نہیں؟ ہمارا مقامِ قیام کہاں ہے؟ آیئے اس گوشوارے کی تڑپتی ہوئی روح کا نظارہ کر لیں اور خوب ہنسیں کیونکہ جہاں رونے کے مقامات ہیں وہاں ہم ہنستے ہیں۔ زندگی کو شعور بخشنے کے لئے ضابطہ تشکیل دیا جاتا ہے، فطرت کے ضوابط رہنمائی کے اصول فراہم کرتے ہیں۔ معلم و مکتوب کے ذریعے تعلیم و تربیت کے دروازے کھلتے ہیں، آدمی کو آدمیت، انسان کو انسانیت اور بندہ کو بندگی کے زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ زیروزبر، نشیب و فراز، مدوجزر اور زندگی کی استراحت و معنویت کی روح سے روشناس کروایا جاتا ہے۔ آسائشات و مشکلات میں جینے کا ڈھنگ سکھایا جاتا ہے، الغرض ترجیحات کی اہمیت اور افادیت کا سبق پڑھا کر عظیم الشان نصب العین کی تکمیل کے لئے کندن بنایا جاتا ہے اور نتائج تیر بہدف کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ سلسلہ ہذا میں اہل سنت کا کسی سے آگے یا پیچھے ہونا تو درکنار کسی قطار میں شامل ہی نہیں۔ بزرگان دین کے درباروں پر جانے والے زائرین کرام، مزارات پر انوار پر زانوئے ادب طے کرنے والے مسلمان، لحد مبارک پر چادریں چڑھانے والے عاشقان، غرباء و مساکین میں لنگر تقسیم کرنے والے راسخ العقیدہ مسلمان آج بھی موجود ہیں اور پوری سج دھج سے موجود ہیں لیکن نظریاتی فکر سے عاری ہیں، تنظیمی جوہر سے خالی ہیں، تربیتی دھارے سے دور ہیں، کسی مقصد و نصب العین کی ہوا تک نے بھی انہیں نہیں چھوا۔ مزارات مقدسہ پر مراقبہ کر کے، غرباء میں لنگر تقسیم کر کے، بزرگان دین کی لحد مبارک پر چادر چڑھا کے وہ مطمئن ہو گئے، انہیں روحانی تسکین مل گئی گویا وہ اپنے فرائض جلیلہ سے سبکدوش ہو گئے۔ میلے منعقد ہوئے، ڈالیاں نکالی گئیں، عروس کی محافل برپا ہوئیں، قرآن پاک کی تلاوت بھی ہوئی، نعتوں کے زمزمے بھی جاری ہوئے، قوالیاں بھی ہوئیں، ذکر اذکار بھی ہوئے، تقاریر کے جوہر بھی کھلے، بزرگان دین کی کرامات بھی بیان کی گئیں، سجادہ نشینوں کی قدم بوسیاں بھی ہوئیں، ارادت مندوں کی تعداد میں اضافہ بھی ہوا، نمازیں بھی پڑھیں گئیں، تہجد، چاشت و اوابین اور نوافل کے فضائل بھی بیان ہوئے، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات، صدقات کی تاکید بھی کی گئی، ایسا ہوا، ہوتا رہا اور ہونا چاہیئے تھا لیکن معمولات کو معقولات اور روایات کو کرامات اور کمالات کا درجہ دیا گیا حالانکہ یہ سرگرمیاں تو ہماری مسلکانہ شان کہلاتی ہیں اور یہ امور عاشقان مصطفٰی کے مشاغل صبح و مسا ہیں، تبلیغ دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے فقر کی تلوار کا سہارا لینے والوں کے مسلک کو ایک بار پھر ملاحظہ کرتے ہیں اور اہل سنت کے گوشوارے پر نظر ڈالتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے تحت چار آسمانی کتابوں کو دل کی گہرائیوں سے ماننے والے، حق چار یار کی محبت کو اپنے سینوں میں آباد کرنے والے، چار آئمہ کرام (آئمہ اربعہ) کی شبانہ روز کاوشوں اور محنتوں کو صمیم قلب سے تسلیم کرنے والے، طریقت کے چار بڑے سلسلوں سے روحانی تسکین کے حاملین ہر لحظہ نئی آن اور نئی شان سے ابھرتے رہے اور فطرت کے چار عناصر قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت کو اپنے وجود میں جذب کرتے رہے اور پنج تن پاک کی مؤدت کے تڑکے سے اپنی ایمانیات کو امر کرتے رہے اسی لئے آج کے بدترین زمانے میں بھی ان کے مسلک پر حتیٰ کہ مسلک کے ماننے والوں کے کردار پر کوئی دھبہ نہیں ہے۔ دنیا بھر کے فتنوں کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے کلاشنکوفیں نہیں اٹھائیں، سپاہ و لشکر تشکیل نہیں دیئے، اغیار کے ہاتھ کا اوزار نہیں بنے، کفریہ پے رولز کا سہارا نہیں لیا، خفیہ خانوں میں مصلحت اندیشیوں کا مظاہرہ نہیں کیا، کسی ساز باز کا حصہ نہیں بنے بلکہ اعمال کی صالحیت اور **قولو قولاً سدیدا** کے تحت معاملات کا قبلہ درست رکھتے ہوئے قرآن و سنت کے استدلالی رنگ کو اپنی تفاسیر اور اقوال کا حصہ بناتے رہے۔

فی زمانہ چہار سو سیئات کا رنگ اس حد تک غالب ہے کہ وہ فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے اور باہمی مواخات کے جذبات و احساسات کو مادیت نے زمین بوس کر کے رکھ دیا ہے۔ بد مذہب اور گمراہ عناصر کا نظامِ تربیت سادہ لوح مسلمانوں کو حرام امور کی طرف یہ کہہ کر رغبت دلا رہا ہے کہ یہی اصل عبادت ہے ورنہ دین اسلام کی کس تعلیم نے خودکش حملوں کو حلال قرار دیا ہے۔ یہ حملے مطلقاً حرام ہیں، صرف اور صرف ان معاشرتی ناسوروں کا شیوہ ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں، کربلا کو حصولِ اقتدار کی جنگ گردانتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جن کے عقائد برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں انتہائی گستاخانہ ہیں جو اپنی کفریہ حرکات کو عین اسلام قرار دیتے ہیں اور بندر کے گلے میں موتیوں کی مالا ڈال رہے ہیں۔ظلم در ظلم یہ ہے کہ لادینی افکار دندناتے پھر رہے ہیں اور حق کے ماننے والے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔یزید کے پیروکار جنہیں اقلیت کہنا اقلیت کی توہین سمجھا جاتا تھا وہ یکجا ہو گئے، متحد ہو گئے اور اپنی بات منوانے کی پوزیشن میں آ گئے۔حسینیت کے پیروکار اکثریت میں ہونے کے باوجود نفاق کے ذریعے انتشار کی زد میں آ گئے اور اپنے شیرازے کو بکھیر کر اقلیت کے نرغے میں آ گئے۔ بے بسی اور بے حسی کا یہ حال بھی ہمارا اپنا بنایا ہوا ہے۔بدعقیدگی کے صحراؤں میں سرگرداں گمراہ طبقات ایک طرف اپنے گناہوں پر نیکیوں کی ملمع کاری کرتے رہے اور ہم قافلہ افراد کی صلاحیتوں کو پالش کرتے رہے تو دوسری طرف ہمارے معاملات کی کج روی نے انہیں مہمیز کیا۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

تنظیمی و تحریکی دھارے میں رہنے والے سرپھروں کی فکر یہ ہے کہ وہ شخص خواہ وہ پیرزادہ ہو یا صاحبزادہ، سجادہ نشین ہو یا زیب سجادہ، سید ذات ہو یا شہزادہ، صاحب دستار ہو یا صاحب جبہ، ہرگز ہرگز سنی نہیں جب تک نظریاتی فکر کی ضیاء نہ پہن لے۔ہم ان لوگوں کو سُنی تسلیم کرتے ہیں جن کے سینے اہل سنت کے غم سے آباد ہیں، جن کی زندگی کی ہر ہر ساعت اہل سنت کے درد سے نالۂ شب گیر ہے۔ بیشک وہ چیتھڑوں میں ہوں، وہ اہل سنت کے سرخیل ہیں۔ پرانے وقتوں میں مکان کچے ہوتے تھے لیکن ایمان پکے، نام مختصر اور چھوٹے ہوتے تھے لیکن کام بڑے اور کارہائے نمایاں۔آج کی صورت حال یکسر مختلف بھی ہے اور متضاد بھی۔وہ پیر پیر ہی نہیں جس کے پلازے نہ ہوں، وہ عالم عالم ہی نہیں جس کی کمرشل مارکیٹیں نہ ہوں۔جن کے اسمائے گرامی کے آگے پیچھے القابات و خطابات کی اتنی بھرمار ہے کہ اصل نام کا پتہ چلانے کے لئے لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں۔

من درچہ خیالم و فلک درچہ خیال
(میں کس خیال میں ہوں اور آسمان کس خیال میں ہے)

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی
گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حنا بندی
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی
رومی ہے نہ شامی ہے، کاشی نہ سمرقندی
سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

صاحبو! اے حق کے پیامبرو! توبہ کر لو، سیاست کو عبادت نہ سمجھنے والو، یہ سبق تمھارے لئے ہے اپنے حق کو قوت دینے کے لئے آگے بڑھو۔ اپنے انتشار کو سنبھالو۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لمبے چوڑے تردد کی ضرورت نہیں بس چلے ہوئے کارتوس کو چھوڑ دو۔اپنی دنیا آباد کرنے کے لئے نئی سیاسی قیادت تلاش کرو یا مذہبی قیادت کو مجبور کرو۔سید ریاض حسین شاہ نے کیا کہا اور خوب کہا کہ ''قیادتیں آسماں سے نہیں اترا کرتیں'' گھبرانے کی ضرورت نہیں، پریشاں نہ ہوں، آپ کا اخلاص از خود آپ کا رہنما ہے، سرکاری پیر، پیر نہیں، پیڑ ہوتے ہیں، ایوان ہائے حکومت اور شاہوں کے درباری ملاں تمہیں کچھ نہیں دے سکتے۔وہ صدیوں کے بھوکے صرف اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔تمہیں قربان کرتے ہیں کہ تم قربان ہوتے ہو۔

عجب واعظ کی دیں داری ہے یا رب
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے
وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے
چمک تارے نے بنائی ہے جہاں سے

✿ ✿ ✿

WWW.NAFSEISLAM.COM

ضلع هری پور هزاره میں

گذشتہ انتخابات اور آئندہ انتخابات میں سیاسی و تقابلی جائزہ

محمد زبیر اعوان

ضلع ہری پور صوبہ سرحد اور پنجاب کے سنگم پر پاکستان کو دوستی کے راستے چین سے ملانے والی شاہراہِ ریشم پر واقع ہے۔ جہاں قومی اسمبلی کی ایک اور صوبائی اسمبلی کی چار سیٹوں پر منتخب ہو کر عوامی نمائندگان اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں، جبکہ گذشتہ حالیہ 5 سال مکمل کرنے والی حکومت کے دور میں یہاں سے خواتین کی مخصوص نشستوں پر ایک رکن قومی اسمبلی اور سینٹ کے لئے دو خواتین اراکین منتخب ہو کر سینٹ میں پہنچیں۔ قومی اسمبلی کے حلقہ این اے 19 پر ہری پور سے عمر ایوب خان نے پہلی مرتبہ بڑا انتخاب لڑ کر اپنے مدمقابل مسلم لیگ ''ن'' کے صوبائی صدر پیر صابر شاہ کو واضح اکثریت سے شکست دے کر کامیابی حاصل کی اور سابق وزیر اعظم پاکستان شوکت عزیز کی کابینہ میں وزیر مملکت برائے خزانہ کا قلمدان سنبھالا۔ اسی ایوان میں ان کی والدہ محترمہ بیگم زیب گوہر ایوب خان خواتین کی مخصوص نشستوں پر منتخب ہو کر رکن قومی اسمبلی کی حیثیت سے جب آئیں تو یہ حلقہ سگے ماں بیٹے اراکین قومی اسمبلی کا منفرد اعزاز بھی حاصل کر گیا۔ صوبائی اسمبلی کی چار نشستوں پر مسلم لیگ ''ق'' کے فیصل زمان جہازوں والے اور قاضی محمد اسد دو سیٹوں پر کامیاب ہوئے، جبکہ بقیہ دونوں سیٹوں پر آزاد اراکین اسمبلی اختر نواز خان اور راجہ فیصل زمان خان منتخب ہوئے۔ سینٹ کی نشستوں پر بیگم انیسہ زیب طاہر خیلی اور مسز شاہ منتخب ہوئیں، جن میں سے آفتاب شیر پاؤ گروپ کی بیگم انیسہ زیب طاہر خیلی نے وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات کا قلمدان مرکزی حکومت میں سنبھالے رکھا اور ایم ایم اے کی مسز شاہ پس منظر میں ہی رہیں۔ صوبائی اسمبلی کی دونوں آزاد نشستوں پر منتخب ہونے والے نمائندگان نے بعد ازاں ایم ایم اے میں شمولیت حاصل کی اور اختر نواز صوبائی وزیر ٹرانسپورٹ و ماہی گیری جبکہ راجہ فیصل زمان صوبائی وزیر سیاحت وثقافت بنے۔ مرکزی وصوبائی حکومتوں کی مدت میعاد پوری ہونے پر نگران حکومتوں کے وزراء نے اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں ہیں اور منتخب نمائندگان ایک مرتبہ پھر واپس عوام کے کٹہرے میں آچکے ہیں اور آنے والے انتخابات کی تیاریاں مخصوص حد میں شروع ہو چکی ہیں اگرچہ ان میں ابھی تک سیاسی راہنماؤں اور وکلاء کی گرفتاریوں اور ایمرجنسی کی وجہ سے وہ گہما گہمی پیدا نہیں ہو سکی جو کہ انتخابی شیڈول کے بعد اس کا حق تھا اور عوام میں بھی انتخابی عمل سے بیزاری نظر آ رہی ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ سیاسی لیڈر شپ میں ایسی شخصیات ختم ہو چکی ہیں جن کی آواز پر حکومتی حمایت یا مخالفت میں لوگ باہر نکلیں، تاہم سیاسی سورج ایمرجنسی کے دوران غروب ہونے سے پہلے کا منظر پیش کر رہا ہے اور اس کی ہلکی سی لالٹین نما روشنی کے دوران اگر ایمرجنسی برقرار رہی تو انتخابات کی مشعلیں بھی جلیں گی اور ان کا نتیجہ بھی سامنے آئے گا اور چاہے 20 فی صد ووٹروں سے ہی سہی، نئی اسمبلیاں تو بنیں گی، ویسے بھی میڈیا اور عدلیہ پر پابندی ہے اور ''جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے'' سٹیج تو سجے گا۔ چاہے پابندیوں کے اس دور میں سٹیج کے شرکاء کی تعداد سامعین کی تعداد سے زیادہ ہو سکتی ہے مگر سیاسی وصحافتی تبصرہ نگار اس انتخاب اور اس کے امیدواروں پر اپنی اپنی آراء کا اظہار شروع کر چکے ہیں۔ ہری پور ضلع کی سیاست اگرچہ خاندانی ہے اور یہاں کوئی نیا آدمی ابھی جگہ کم ہی بنا سکتا ہے، مگر پھر بھی اگر اس خاندانی سیاست کا مقابلہ کوئی کرنا چاہے تو اسے سال کے بارہ مہینے اور دن رات کے چوبیس گھنٹے عوامی عدالت میں ٹھہرنا پڑے گا اور اگر اسے اقتدار مل جائے تو اسے عوام کی خاطر سابقہ منظر نامے میں کسی بڑی تبدیلی کا آئندہ انتخابات میں بھی کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ ابھی تک صورتحال یہ ہے کہ قومی اسمبلی کی سیٹ پر عمر ایوب خان کے مقابلے پر کسی بھی جماعت کا ایسا مضبوط امیدوار نہیں ہے جس کی کامیابی کا پیشگی دعویٰ انفرادی سطح پر کیا جا سکے بلکہ عمر ایوب خان کے خاندان کا جو حلقہ ضلع ہری پور میں ہے اس کو ابھی تک توڑا نہیں جا سکا اور شنید یہ بھی ہے کہ عمر ایوب خان کے والد گوہر ایوب خان خود بھی قومی اسمبلی کا انتخاب لڑیں اور بیٹے کے لئے کوئی نئی راہ نکال لیں مگر یہ اطلاع فی الحال اختلاف رائے کا شکار ہے۔ تاہم اگر گوہر ایوب خان خود میدان میں اتر آئیں تو وہ اپوزیشن کے مشترکہ اتحادی اُمیدوار کے لئے بھی خطرے کا الارم ہیں جو خطرہ عمر ایوب خان کی موجودگی میں کم پڑ سکتا ہے کیونکہ ایوب خاندان کے مقابلے میں نہ تو مسلم لیگ ''ن'' اور نہ ہی پیپلز پارٹی اور نہ ہی ایم ایم اے کسی بھی جماعت کے پاس ابھی تک متفقہ امیدوار قومی اسمبلی بھی سامنے نہیں آ رہا اور نہ ہی تنظیمی سطح پر اپنی جگہ کوئی فیصلہ ہو پایا ہے۔ عمر ایوب خان کے سابقہ حریف پیر صابر شاہ قومی اسمبلی میں گذشتہ انتخابات میں بہترین امیدوار تھے مگر وہ اپنے ہی دار العلوم اور قرابت داروں کی سازشوں کا شکار ہو کر قومی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں سیٹوں پر نہ صرف ہار گئے تھے بلکہ اب تک وہ اس تکلیف کی شدت کا شکار ہیں اور آئندہ انتخابات میں وہ صرف اپنے حلقہ غازی کی صوبائی سیٹ تک ہی محدود رہنا چاہتے ہیں لہٰذا جب امیدوار خود ہی ہمت ہار بیٹھے تو جماعت کو حکمت عملی تبدیل کرنا مجبوری بن جاتی ہے۔ تاہم ہمت ہارنے کا یہ جذبہ نچلی سطح پر کوئی اچھے اثرات نہیں لایا اور دیگر کوئی بھی امیدوار اس میدان میں اترنے کو تیار نہیں ہے۔ پیپلز پارٹی اندرونی اختلافات کا شکار ہے جبکہ ایم ایم اے کی جماعت اسلامی نے اپنی سطح پر غلام نبی ایڈووکیٹ کا اعلان کیا ہے جو ایم ایم اے کا متفقہ نہیں ہے۔ عوام کی نظریں ترین فیملی کے مقابلے کے لئے موثر فیملی راجگان فیملی کی طرف ہی لگی ہیں۔ جہاں سے راجہ عامر زمان خان جو سابق نگران وزیر اعلیٰ سرحد راجہ سکندر زمان خان مرحوم کے فرزند ہیں اور سابق ضلع ناظم بھی رہ چکے ہیں۔ اگر میدان میں اتریں اور مسلم لیگ ''ن'' پیپلز پارٹی کے علاوہ ایم ایم اے بھی جماعت اسلامی کی روایتی دیواریں توڑ کر ان کا ساتھ دیں تو ان کے لئے مشکل ترین ٹارگٹ بن سکتا ہے۔ کیونکہ اور کوئی دوسرا امیدوار اس

پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ اپنی صوبائی نشست کا بھی دعویٰ کر سکے۔ خود عمر ایوب خان بھی ذاتی حیثیت میں کسی صوبائی اسمبلی پر مضبوط پوزیشن کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس معاملے میں ان کا خاندان بھی منقسم صورتحال کا شکار ہے مگر راجہ عامر زمان خان اس پوزیشن میں ہیں کہ حلقہ خانپور کی صوبائی نشست پر وہ خود آئیں اپنے بھائی کو کھڑا کریں یا کسی بھی اُمیدوار کی حمایت کریں، وہ نشست ان کے گھر کی ہے یہ اور بات ہے کہ اپنی ہی نیو خانپور کی یونین کونسل کی سیٹ پر وہ دعویٰ کرنے کی حقیقی پوزیشن میں مشکلات کا شکار نظر آئیں گے۔ حلقہ کھلابٹ، ٹاؤن شپ، کوٹ نجیب اللہ میں ایم ایم اے کے سابق صوبائی وزیر ٹرانسپورٹ اختر نواز خان کو بھی اس مرتبہ سردار مشتاق احمد خان امیدوار برائے صوبائی اسمبلی مسلم لیگ ''ن'' کی سخت مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور تحصیل ناظم ہری پور افتخار احمد خان کے بھائی ذوالفقار خان سردار مشتاق کی جگہ لے سکتے ہیں کیونکہ سردار مشتاق خان کو راجگان فیملی کے مقابلے میں اور دوسری طرف قومی اسمبلی میں عمر ایوب خان کے مقابلے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ جس سے مسلم لیگ ''ن'' آسانی سے خانپور اور کھلابٹ کی دونوں سیٹیں آسانی سے مدمقابل اُمیدواروں کے حوالے کر سکتی ہے کیونکہ ذوالفقار خان کو اختر نواز خان کے مقابلے میں وہ حیثیت حاصل نہیں ہے جو سردار مشتاق کو حاصل ہے اسی طرح ہری پور شہر PF- 50 میں بھی مسلم لیگ ''ن'' کو سخت پریشانی کا سامنا ہے کیونکہ موجودہ ضلع ناظم ہری پور یوسف ایوب خان جو عمر ایوب خان کے کزن بھی ہیں یہ مسلم لیگ ''ن'' کا بڑا مہرہ تھے۔ جواب عمر ایوب خان کے ساتھ جا ملے ہیں اور اپنے بھائی ارشد ایوب خان کو عمر ایوب خان کی حمایت سے صوبائی اسمبلی کا رکن بنوانا چاہتے ہیں اور اس میں انہیں کامیاب بھی تصور کیا جا رہا ہے کیونکہ گذشتہ انتخابات میں گوہر ایوب خان نے اپنے بھتیجے یوسف ایوب خان موجودہ ضلع ناظم ہری پور کے مقابلے میں جس غیر سیاسی خاندان کے چشم و چراغ نوجوان قاضی محمد اسد کی حمایت کر کے انہیں کامیابی دلوائی تھی وہ قاضی اسد اس مرتبہ نہ تو عوام میں کوئی مثالی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے ہیں اور نہ ہی گوہر ایوب خان اور عمر ایوب خان سے اپنی وابستگی برقرار رکھ سکے ہیں لہٰذا وہ اس انتخابات میں کوئی واضح ووٹ حاصل کریں تو یہ بھی ان کی خوش فہمی کہی جا سکتی ہے البتہ ارشد ایوب خان کو اپنی ہی برادری کے حبیب اللہ خان ترین کی مخالفت کی وجہ سے بعض جگہوں پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہاں پیپلز پارٹی اور ایم ایم اے کے امیدوار بھی مسلم لیگ ''ن'' کی طرز پر تو نہیں مگر مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہیں۔ غازی تحصیل میں پیر صابر شاہ کو فیصل زمان خان عرف جہازوں والے گروپ کو ہرانا آسان نہیں ہوگا جو ''ق'' لیگ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ گذشتہ انتخابات میں وہ پیر صابر شاہ کو شکست دے چکے ہیں اس طرح فی الوقت سیاسی صورتحال کے مطابق آئندہ انتخابات میں سابقہ انتخابات کے حوالے سے تنظیمی سطح پر کوئی نمایاں تبدیلی متوقع نہیں ہے البتہ PF-50 ہری پور شہر میں قاضی اسد کی جگہ ارشد ایوب خان لے سکتے ہیں۔ اور غازی میں پیر صابر شاہ اور فیصل زمان خان کے درمیان سخت مقابلہ ہونے کی توقع ہے۔

❁ ❁ ❁

درسِ حدیث

شاہ جی کے ساتھ ایک شام

ڈاکٹر منظور حسین اختر

آج ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں۔ شاہ جی کے ایک ''درس حکمت'' کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا حکم ہوا ہے۔ خوش بھی ہوں کہ

''ایں سعادت بزورِ بازو نیست''

لیکن آج شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ میرا قلم کتنا کمزور ہے۔ میرے اندر کا لکھاری کتنا ناتواں ہے۔ میں شاہ جی کے الفاظ تو نقل کر دوں گا، ان کے جملے تو ہو بہو منتقل ہو جائیں گے لیکن الفاظ میں ''زندگی'' کیسے پیدا کروں گا۔ شاہ جی کے جملوں میں رقصاں ''بہار'' قارئین تک کیسے پہنچا پاؤں گا۔ خوبصورت، سوہنا، پیارا، میٹھا، منٹھار، جاذبِ نظر، خوش شکل، محبوب، یہ سب الفاظ خوبصورتی کا اشارہ تو دیتے ہیں لیکن محبوب کی صورت سامنے نہیں لا سکتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ صحابہ جیسے ادباء بھی حضور کے جمال کو لفظوں میں مقید نہ کر سکے۔ کسی نے چہرہ مبارک کو سفید برف کے اولوں سے سمجھانے کی کوشش کی، کسی نے انار دانے کی سرخی سے تشبیہ دی، کسی نے چاند اور کسی نے سورج سے رخِ محبوب کی تصویر کشی کی، لیکن سب کو ماننا پڑا کہ ''کانک قد خلقت کما تشاء'' اور بعد والوں کو یہ کہنا پڑا کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' معلوم ہوا الفاظ اظہار کا ذریعہ تو ضرور ہیں لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا اظہار الفاظ سے ممکن نہیں۔ ہاں ہاں! شیر کی گرج الفاظ میں کیسے سموئی جائے، پھول کی خوشبو کو الفاظ کا جامہ کیسے پہنایا جائے، چاندنی کے حُسن کو صفحۂ قرطاس پر کیسے بکھیرا جائے، سمندر کی وسعتوں کو چند لفظوں میں کیسے سمیٹا جائے، اور سب سے بڑی بات کہ ''نیک زبان'' سے نکلنے والے الفاظ کا ''اثر'' کیسے پیدا کیا جائے۔

انھی سوچوں نے پریشان کیا ہوا ہے کہ شاہ جی کا درس، جو ہزاروں دلوں میں نامِ خدا کی روشنی پیدا کر دیتا ہے، بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم کی جانب موڑ دیتا ہے، صلابتِ قلب کو رِقت میں تبدیل کر دیتا ہے، اور خشک آنکھوں میں نمی کی لذت پیدا کر دیتا ہے۔ ان سب خصوصیات کو میں اپنے قارئین تک کیسے پہنچا پاؤں گا۔ شاہ جی کا ایک ایک جملہ ہزار ہا لطف و سرور سمیٹے ہوئے ہے، میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں کہ شاہ جی کے کسی جملے پر قلم پھیر کر آگے بڑھ جاؤں۔ اس لئے سوچا کہ من و عن شاہ جی کی تقریر نقل کر دوں لیکن اصحاب فن جانتے ہیں کہ تقریر کے کئی جملے صرف اسی خاص وقت کے لئے کہے جاتے ہیں، ان کی عمر لمبی نہیں ہوتی اور اندازِ تقریر و تحریر میں کتنا فرق ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انداز میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ بہر حال اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ خلوص کو دیکھتے ہوئے قلمی لغزش کو معاف فرما دے گا۔ قارئین بھی یہ بات نوٹ کر لیں کہ ان تحریروں کا مقصد صرف شاہ جی کی باتوں کو آگے پہنچانا ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ ہم کچھ بھی نہیں۔ اور جو چاہتا ہے کہ شاہ جی کے الفاظ بلاواسطہ اس کے دل میں نور پیدا کریں تو وہ شاہ جی سے ہی رجوع کرے۔ یہ سطور ہر درسِ حکمت کی تمہید ہیں، انھیں ذہن میں رکھ کر شاہ جی کے حکمت بھرے درس سے فیضیاب ہوں!!!

یہ ۱۴ جنوری ۲۰۰۶، کی یخ بستہ شام ہے۔ پیکرِ اخلاص و محبت پیر سید عبدالمنان شاہ کی زیرِ صدارت درس حدیث کی ایک تقریب ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابانِ سرسید سیکٹر نمبر ۳، راولپنڈی میں انعقاد پذیر تھی۔ موسم کی سردی گرمیِ عشق پر غالب آنے کی کوشش میں تھی، لیکن پروانے ملک کے طول و عرض بلکہ ملک کے باہر سے بھی تقریب میں حاضر تھے۔ ادارہ کی مسجد کا وسیع ترین حال پُر ہونے کے بعد مسجد کی گراونڈ میں بھی لوگ جمع تھے۔ سخت سردی کے باوجود گراونڈ میں بیٹھے لوگوں کو دیکھ کر احساس ہوا کہ

''موسم تو انسان کے اندر ہوتا ہے''

WWW.NAFSEISLAM.COM

تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام سے ہوا اور پھر زمزمۂ نعت سے حاضرین کے قلوب و اذہان معطر ہونے لگے۔ اسی دوران شاہ صاحب قبلہ ہال میں تشریف لے آئے۔ نعت شریف کے بعد شاہ جی، خطاب کے لئے رکھی کُرسی پر تشریف فرما ہوئے اور خطاب سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور اس طرح خطاب شروع ہوا۔

پہلی حدیث شاہ جی نے ارشاد فرمائی کہ ''ایک شخص رسولِ کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا نبی اللہ ﷺ! مجھے کوئی نصیحت کیجئے اور یہ بھی کرم فرمائیے کہ وہ نصیحت مختصر ہو تاکہ میں اس کو یاد کر کے اپنی زندگی بہتر بنا لوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس وقت تو اپنی نماز میں کھڑا ہو تو اس طرح نماز پڑھ کہ جیسے تیری الوداعی نماز ہے، آخری نماز ہے اور پھر شاید تمھیں نماز پڑھنا نصیب نہ ہو، پھر حضور ﷺ نے فرمایا ایسی بات نہ کر جس کے بعد تمھیں معافی مانگنا پڑے۔ گویا حضور ﷺ نے فرمایا کہ زبان کی حفاظت کرو ایسا کلمہ اور ایسی بات زبان سے ادا نہ کرو جس کے بعد تمھیں ندامت اٹھانی پڑے، پھر تیسری بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو مال و دولت ہے اس سے نا اُمید ہو جاؤ۔ یعنی اپنے دل میں لوگوں کا مال دیکھ کر طمع اور لالچ پیدا نہ کرو، حریص نہ بنو، لوگوں کے مال و دولت سے نا اُمید ہو جاؤ اور ساری اُمیدیں اپنے اللہ سے وابستہ کر لو۔ شاہ جی نے حضرت داتا علی ہجویریؒ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ کسی نے داتا علی ہجویریؒ سے پوچھا کہ یہ مقام رفیع کیسے پایا؟ تو آپ نے فرمایا جب سے لوگوں کو دیکھنا چھوڑا ہے اور اللہ کو دیکھا ہے تو اللہ نے یہ مقام عطا فرما دیا ہے۔ انسان جس وقت دنیا، دنیا

داروں، دولت، جائیداد، جھوٹی عزت اور جھوٹی شہرت کی طرف دیکھتا ہے تو کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا، لیکن جس وقت بندہ اللہ کی طرف دیکھتا ہے تو اللہ سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔

نماز کی حفاظت پر بات کرتے ہوئے شاہ صاحب نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ”جس شخص نے اپنی نماز پر دوام اختیار کیا یعنی اس کی حفاظت کی، اسے سلیقے سے پڑھا اور اسے ضائع نہ ہونے دیا تو یہ نماز قیامت والے دن اس کے لئے نور ہوگی، برہان ہوگی اور آگ سے نجات کا ذریعہ ہوگی، پھر فرمایا کہ اگر کوئی نماز کی حفاظت نہیں کرے گا تو قیامت والے دن نہ نور ہوگا، اور نہ برہان ہوگی۔“

برہان کے متعلق ایک نہایت لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ برہان تو حضور ﷺ کا نام ہے، یعنی قیامت والے دن حضور ﷺ اُسی کے ہوں گے جو اپنی پیشانی میں نماز کے سجدے سجا کر لائے گا، اگر پیشانی اجڑی ہوئی ہے، دل ویران ہے، جھکنے کا سلیقہ نہیں ہے، روح میں تڑپ نہیں ہے، دل کی دھڑکنوں میں بندگی کا درد نہیں ہے، تو قیامت والے دن اس کے لئے نور اور برہان کہاں سے ہوگی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے نمازی کا حشر قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

ابی بن خلف کے ذکر کی وجہ بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب نے سمجھایا کہ دراصل حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت والے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا ہوگا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہوگا۔ ابی بن خلف، حضور ﷺ کا گستاخ تھا۔ غزوہ اُحد میں وہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ، اس نے انکار کیا تو رحمتِ عالم ﷺ نے نیزہ پر صرف ہاتھ رکھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نیزے پر ہاتھ رکھنا تھا کہ نیزہ اڑ کر اس کی طرف بڑھا اور اس کے جسم کو چھوتے ہوئے گزر گیا۔ اگرچہ وہ نیزہ اس کے جسم میں پیوست نہیں ہوا لیکن صرف چھونے سے ہی وہ چیخنے چلانے لگ گیا۔ لوگوں کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ یہ نیزے کا درد نہیں ہے یہ تو کوئی اور درد ہے۔ اس طرح وہ فنا فی النار ہوا۔

شاہ جی نے فرمایا کہ میری آج کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرو، اللہ رب العالمین کے سامنے جھکو، وہ شخص بڑا بدقسمت اور ویران بخت ہے جس کی پیشانی نے اللہ کے آگے جھکنے کی لذت نہیں چکھی۔

دوسری حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”جس وقت تم ایسا شخص دیکھو کہ اس کی رغبت دنیا کی طرف نہیں ہے، باتیں بھی کم کرتا ہے تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی قربت حاصل کرو۔“

میرے دوست! اپنی غربت پر فخر کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے تھے کہ فقیر کی ہتھیلی میں جیسے سوراخ ہو، مال جمع ہی نہیں ہوتا، فقیر تو وہ ہوتا ہے کہ اگر مال آئے تو جمع نہ کرے اور نہ آئے تو فکر نہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسے شخص کے قریب ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ حکمت کے خزانے تمہارے دل میں ڈال دے گا۔

اگر میرا جملہ بُرا نہ لگے تو سلطانوں، بادشاہوں، وزیروں اور دنیا پرستوں کی دہلیز پر بیٹھنے والے لوگو! حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں کچھ نہیں ملے گا، ڈھونڈنا ہے تو کوئی اللہ کا بندہ ڈھونڈو!

حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت مولا علیؓ کے سوا کسی سے ملنے نہ جاتے، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ لوگوں سے دنیا کی بُو آتی ہے۔ جب آپ مولا علیؓ کے پاس آتے تو حضرت علیؓ کے دامن اور گدڑی کو سونگھتے، پھر فرماتے سلام ہو مولا علی تجھ پر کہ تجھ سے دنیا کی بُو نہیں آتی۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا کہ حضور ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حدیث سنائی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت کوئی شخص دنیا کے ساتھ اپنا رشتہ کمزور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت پیدا کر دے گا۔ ایسا شخص دنیا سے صحیح سالم ایمان کے ساتھ اٹھے گا۔

درسِ حدیث کا دوسرا نکتہ: مسلمانو! زندگی میں کوئی بندہ ایسا ضرور ڈھونڈو جو دنیا سے بے رغبت ہو پھر اس بندے کے قریب ہو جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا علم تو ان لوگوں کو ملتا ہے جن کے دل دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں۔

تیسری حدیث: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی شخص کے خراب ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کی طرف انگلی اٹھائی جائے، اس کے دین میں اور اس کی دنیا میں۔

دین میں انگلی اٹھانے کا معنی یہ ہے کہ لوگ کہیں یہ شیخ الحدیث ہے، یہ رئیس المنطق ہے، یہ قطب الاقطاب ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے،

وغیرہ۔ اللہ ہمیں معاف کرے ہماری حالت اتنی گر گئی ہے کہ ہم ہاتھ میں پکڑنے والی لاٹھی پر بھی پیر طریقت اور رہبر شریعت لکھوانے لگ گئے ہیں۔ جب تک کوئی تیس چالیس القابات سے ہماری تواضع نہ کرے، ہمارے اندر والے انسان کو سکون ہی نہیں ملتا۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحبؒ جیسی شخصیت کو اگر کوئی کہہ دیتا کہ یہ غزالی زماں ہیں، یہ رازی دوراں ہیں تو آپ فرماتے کہ نہیں ہم تو اُن کے پاؤں کی خاک بھی نہیں۔ صاحبو! کمال تو یہ ہے کہ بندہ علم کا پہاڑ ہو اور جبل الامۃ ہو لیکن پھر بھی وہ عاجزی کے ساتھ رہے۔ میں چھ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ساتھ دریا شریف والے بڑے بابا جی کے پاس گیا تو دیکھا آپ عجز، سادگی اور تواضع کی تصویر ہیں، آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور فرمایا کہ اس شاہ کو میں حلوہ خود کھلاؤں گا اور حلوے کے لقمے میری زبان پر ڈالے۔ آپ اکثر نصیحت فرماتے تھے کہ بندہ کوئی بھی ہو جیسا بھی ہو اس کو انجام خیر کی فکر کرنی چاہیئے اور اچھے انجام کی دعا کرنی چاہیئے۔ دوستو! دعا کرو کہ اللہ ہمارا انجام بخیر کرے۔

چوتھی حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا حیا اور ایمان دونوں ملے ہوئے ہیں، جب ایک اٹھتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے۔ یعنی اگر حیا ختم ہو گئی تو ایمان بھی جاتا رہا۔

صاحبو! فحاشی، بے حیائی اور بے غیرتی کی زندگی سے موت اچھی اور جو حیا کے لئے موت کو قبول کرے تو اس کی موت بھی حیات ہے۔

پانچویں حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے۔

آج کل غربت بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں، تعویزات کے لئے کہتے ہیں، تو سنیئے! حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر روزی بڑھانا چاہتے ہو تو پہلے گھر والوں کو راضی کرو اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا کیا تمہیں علم ہے کہ کون سا مومن اللہ کو سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ و رسولہ اعلم۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا جو اپنی بیوی سے اچھا ہے وہ اللہ سے بھی سب سے زیادہ قریب ہے۔ یعنی حقوق کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضور ﷺ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ حق ماں اور باپ کا ہے۔ حضور ﷺ نے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا۔

چھٹی حدیث: ابن عمرؓ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میانہ روی آدھی معیشت ہے، لوگوں سے محبت و پیار کے ساتھ پیش آنا آدھی عقل ہے اور اچھا سوال آدھا علم ہے۔

میرے دوستو! اللہ سے پیار اور اس کے رسول سے پیار تو بہت اونچی چیز ہے۔ اللہ کے بندوں سے بھی پیار کرو گے تو اللہ تمہیں معاشرے میں خاص اثر عطا کر دے گا۔ خواجہ غریب نواز اور دوسرے صوفیاء نے لوگوں سے محبت کی، ان کی تکلیفوں کو دور کیا، ان کے مسائل کو حل کیا اور اس طرح اسلام کی تبلیغ ہوئی۔

کاموں کی منصوبہ بندی کا درس دیتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے ابوذر! منصوبہ بندی جیسی عقل نہیں ہے۔'' منصوبہ بندی کے اس ضروری مسئلہ کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ منصوبہ بندی سے ہم محروم ہیں، ہمارے مدرس، سیاست میں دھکے کھا رہے ہیں، ہمارے سیاستدان، امام مسجد بنے ہوئے ہیں، ہمارے شاعر مدرسوں میں ضَرَبَ، یضرِبُ پڑھا رہے ہیں، اور ہمارے ضَرَبَ، یضرِبُ پڑھانے والے استاد شاعری کر رہے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ کوئی کام بھی سلیقے سے نہیں ہو رہا۔ منصوبہ بندی قوموں کی جان ہوتی ہے۔ منصوبہ بندی کے درس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ کالجز اور یونیورسٹیز کے پڑھے ہوئے کم از کم B.A پاس افراد کو ایک خاص نہج سے اسلامی علوم پڑھا کر تبلیغ دین کے لئے تیار کروں اور دوران تعلیم انہیں تنخواہ بھی دی جائے تاکہ ان کی توجہ تعلیم کی طرف بھرپور طریقے سے ہو اور پھر ان کو مختلف ممالک میں بھیجا جائے تاکہ پوری دنیا میں اسلام کا پیغام عام ہو۔

ساتویں حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ایسا نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض، بعضوں کی گردنیں مارنے لگ جائیں۔''

حضور ﷺ کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، حضور ﷺ نے پہلے آب زم زم کی تعریف کی اور فرمایا کہ زمین پر سب سے اچھا پانی زمزم ہے، پھر کعبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا سب سے بڑا گھر کعبہ ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پتا ہے کہ کعبے سے بھی کوئی افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور کعبے کو ہی سب سے افضل جانتے ہیں، تو حضور نے فرمایا کہ مسلمان جس کے سینے میں ایمان ہے وہ کعبے سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

صاحبو! اگر عام مومن کی یہ شان ہے تو امام الانبیاء کی شان کیا ہوگی؟ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے کہ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

تو صاحبو! میں علماء سے کہتا ہوں کہ قتل کے خلاف خطبے دو، لوگ دو دو پیسوں کے لئے گولی مار دیتے ہیں ان کو سمجھاؤ کہ گولی مارنے سے حضور ﷺ ناراض ہو جائیں گے۔ اگر ان لوگوں کو علم ہو جائے کہ انسان کا خون گرانا کس قدر بڑا ظلم ہے تو شاید ان کو ہدایت مل جائے۔ دوستو! تحریک چلاؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ مقامِ انسانیت کیا ہے۔

آٹھویں حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کا دل چاہتا ہے کہ سکراتِ موت آسان ہو جائے اور موت کی سختی دور ہو جائے تو وہ تین کام کرے۔

۱۔ کمزوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے

۲۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ اچھا بندہ کون لگتا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا جس میں دو صفتیں ہوں ایک زبان کا سچا اور دوسرا امانت دار۔ سائل نے عرض کی یارسول اللہ کچھ اضافہ فرمادیں تو ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر اور مجھ پر درود وسلام پڑھنے والا شخص، سائل نے پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ کچھ اور اضافہ فرمادیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا امام جو لوگوں کی بیماری اور بوڑھا ہونے کے خیال سے نماز مختصر پڑھائے۔

آخری حدیث سناتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہر روز مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے، اللہ اس کی سو حاجتیں پوری فرما دیتا ہے، جن میں سے 70 دنیا میں اور 30 آخرت میں۔

اس طرح تقریباً 10 حدیثوں کے عنوانات میں کئی احادیث، اقوالِ آئمہ، اور بزرگوں کی باتیں سنا کر شاہ صاحب نے اپنا نورانی، وجدانی اور روحانی خطاب مکمل فرمایا۔ درود وسلام، ذکر اور دعا کے بعد محفل کا اختتام ہوا۔

بطور خلاصہ، شاہ جی کے حکیمانہ خطاب سے ہمیں جو اسباق حاصل ہوئے ان کو سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے

۱۔ نماز کی پابندی اور خشوع وخضوع

۲۔ دنیا سے بے رغبتی

۳۔ اہل اللہ کی دوستی

۴۔ شہرت کی خواہش سے دل کو خالی رکھنا

۵۔ کسرِ نفسی اختیار کرنا اور غرور وتکبر سے بچنا

۶۔ شرم وحیا

۷۔ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی

۸۔ میانہ روی

۹۔ مخلوقِ خدا سے محبت

۱۰۔ کاموں کی منصوبہ بندی

۱۱۔ اکرامِ انسانیت

۱۲۔ درود وسلام کی فضیلت

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہ جی کے دیئے ہوئے سبق پر ہمیں عمل اور استقامت عطا فرمائے اور ہم میں وہ خصوصیات پیدا ہو جائیں کہ جس سے خدا اور رسول ﷺ راضی ہو جائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سنی امن کنونشن

صاحبزادہ محمد عثمان غنی

تحریکِ پاکستان سے لے کر استحکامِ وطن کے لیے اہلسنت کے اکابرین، جید علمائے کرام و مشائخ عظام کا روشن کردار نہ صرف روشن ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی مینارۂ نور ہے اور یہ اہلسنت ہی ہیں جنہوں نے ہر دور میں غلامیٔ رسول ﷺ کا پرچم اٹھا کر محبتِ رسول کے نور کو بکھیر کر معاشرے میں محبت و اخوت کو فروغ دیا اور عالمی سطح پر سفیرانِ امن کی حیثیت سے اُبھر کر پیغام دیا کہ نبیٔ رحمت ﷺ کے ماننے والے محبت و اخوت، ایثار و قربانی، اخلاص اور امن کے پیکر ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کے آخری و لاڈلے رسول ﷺ کی غلامی کا شرف رکھتے ہیں، جنہوں نے اپنی جان کے دشمنوں کے لیے بھی بد دعا نہیں کی۔ محبت و اخوت، ایثار و قربانی، ہمدردی، اخلاص، دیانت، جرأت کا دوسرے لفظوں میں نام ہی اہلسنت ہے۔ اسلاف کی پاکیزہ زندگیوں، اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل ملک گیر غیر سیاسی ''جماعت اہلسنت پاکستان'' نے وطنِ عزیز پاکستان میں انتہا پسندی، مذہبی منافرت، تعصبات اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ملک گیر سطح پر تسلسل کے ساتھ ''سُنی امن کنوینشنز'' منعقد کر کے اہلسنت کی اکثریت کو متحرک اور فعال بنا دیا۔ جماعت اہلسنت پاکستان کی مرکزی قیادت امیر اہلسنت حضرت علامہ سید مظہر سعید کاظمی اور نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی سطح پر ہر ''یارسول اللہ'' کہنے والے کے دل کی دھڑکن مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان نے کروڑوں سُنیوں کو نیا جوش و ولولہ عطا کیا اور اہلسنت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جید علمائے کرام و مشائخ عظام کے ہمراہ یکجا کیا اور جماعت اہلسنت پاکستان کو اہلسنت کا چمکتا ہوا گلستان بنا دیا، جس کی خوشبو اب ہر جگہ محسوس کی جاتی ہے۔ اہلسنت کا دامن تحریکِ پاکستان سے لے کر اب تک ہر الزام سے پاک ہے اگرچہ اہلسنت کو ہر دور میں حکومتوں نے نظر انداز کیا اور جن لوگوں کے آباؤ اجداد نے تحریکِ پاکستان میں قیامِ پاکستان کی مخالفت کی انہیں حکومتوں میں نوازا جاتا رہا مگر اہلسنت نے اپنے عظیم اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محبت و اخوت اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہر دور میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی محبت کو عام کرتے چلے آرہے ہیں۔ جماعت اہلسنت پاکستان نے تلخ اور گھٹن زدہ حالات میں بڑے صبر و تحمل سے اپنے پاکیزہ صفت اسلاف کے نقشِ قدم پر گامزن رہتے ہوئے محبتوں کا سفر جاری رکھا۔ جماعتِ اہلسنت پاکستان کی مرکزی قیادت کی ہدایت پر جماعت اہلسنت پنجاب نے صوبے بھر میں ڈویژنل سطح پر ''سنی کنونشنز'' منعقد کرنے کا سلسلہ شروع کیا اس ضمن میں 18-نومبر راولپنڈی کے مرکز میں واقع راولپنڈی و اسلام آباد پریس کلب لیاقت باغ میں ''سُنی امن کنونشن'' منعقد کیا گیا جو عملاً ایک جلسہ عام میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔ کنونشن کی صدارت جگر گوشہ، سلطان العارفین حضرت صاحبزادہ محمد عثمان غنی جنرل سیکرٹری راولپنڈی ڈویژن کر رہے تھے۔ جنھوں نے کنونشن کو تاریخ ساز اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے پوری ایمانداری، تندہی اور جانفشانی سے شب و روز محنت کی۔ کنونشن میں خصوصی خطاب جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ عالم باعمل حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ کا تھا۔ کنونشن کا آغاز دن ایک بجے تلاوتِ قرآن اور سرورِ کائنات رسول رحمت ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ نعت اور جماعت اہلسنت پاکستان کے مشہورِ زمانہ ترانہ ''پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ'' سے ہوا۔ سہ پہر 2- بجے تک راولپنڈی و اسلام آباد پریس کلب کے وسیع و عریض ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بعد ازاں پریس کلب کا لان بھی شرکاء کنونشن سے بھر گیا ڈویژنل کنونشن میں صوبائی قیادت سمیت مرکزی رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ روح پرور کنونشن میں جماعتِ اہلسنت پنجاب کے صدر علامہ قاری خالد محمود آف ڈسکہ، جنرل سیکرٹری علامہ مفتی محمد اقبال چشتی آف لاہور، سُنی سپریم کونسل کے چیئرمین حضرت دیوان آلِ سیدی معینی اجمیری، پیر محمد جمیل الرحمن عیدگاہ شریف، پیر محمود احمد دریا شریف، پیر جاوید احمد شاہ نوری چُورہ شریف، صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری مولانا بشیر القادری، پیر سید مدثر نذر شاہ سروبہ شریف، استاذ العلماء مفتی محمد سلیمان رضوی، استاذ العلماء سید محمد زبیر شاہ، مولانا قاضی وزیر حسین رضوی، مولانا سراج الدین صدیقی، مولانا فضل دین نقشبندی، صاحبزادہ سید احسان الحق شاہ سمیت راولپنڈی ڈویژن کے مقتدر علماء و مشائخ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ ڈویژنل عہدیداران علامہ محفوظ الرحمن (اٹک) راجہ غلام مرتضیٰ قادر (راولپنڈی) علامہ ظہور احمد چشتی (گوجر خان) علامہ محمود سیالوی (راولپنڈی) علامہ صفدر علی شاکر (حسن ابدال) شیخ محمد ندیم راولپنڈی کے علاوہ ضلع جہلم کے صدر علامہ مفتی محمود حسین شائق، ضلع راولپنڈی کے صدر مولانا محمد حنیف قریشی، ضلع چکوال کے جنرل سیکرٹری علامہ حامد رضا اور آرگنائزر علامہ محمد داؤد چشتی، ضلع راولپنڈی کے آرگنائزر مولانا محمد صالحین سمیت مرکزی ڈپٹی سیکرٹری صاحبزادہ محمد زبیر، مرکزی سیکرٹری تعلقات عامہ انجینئر سرفراز ضیغم، صوبائی سیکرٹری اطلاعات امجد عباسی، صوبائی سیکرٹری تعلقات عامہ صاحبزادہ فضل عثمان حیدر شاہ اور مرکزی شوریٰ کے رکن راجہ آصف علی خان بطورِ خاص شریک ہوئے۔ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات بھی موجود تھیں۔ کنونشن کا نظم و ضبط مثالی تھا۔ جماعت اہلسنت دھمیال زون کے عہدیداران نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ سیکورٹی کے فرائض سرانجام دیے۔ مین مری روڈ سے لے کر پریس کلب تک کو جماعت اہلسنت کے پرچموں اور خوبصورت بینروں سے سجایا گیا تھا، سہ پہر ساڑھے تین بجے کے قریب

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرکزی ناظم اعلیٰ کروڑوں یارسول اللہ کہنے والوں کے عظیم قائد حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ راولپنڈی پریس کلب پہنچے تو اُن کی گاڑی پر کارکنان نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور فلک شگاف نعروں ''نبی ﷺ کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے''، ''سیدی مرشدی یا نبی یا نبی ﷺ''، ''غلامیٔ رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے'' کے پُر جوش نعروں کے ساتھ انہیں ہال میں لایا گیا، جس پر تمام شرکاء کنونشن نے کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا۔ قائد اہلسنت کا استقبال جاری رہا اور ہال فلک شگاف نعروں سے گونجتا رہا۔ راقم الحروف نے جب اہلسنت کے عظیم روحانی پیشوا، قائد محترم کو دعوتِ خطاب دی تو ایک بار پھر شرکاء کنونشن نے دل کی گہرائیوں سے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کر کے ماحول کو گرما دیا۔ خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ اور اہلسنت کے دلوں کی دھڑکن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنا خطاب ذیشان شروع کیا تو کھچا کھچ بھرے وسیع و عریض ہال میں مکمل سناٹا چھا گیا۔ قائد محترم نے دوٹوک الفاظ میں واضح کیا کہ حصولِ اقتدار جماعت اہلسنت کی منزل نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ کو اقتدار میں لانا ہمارا مقصدِ حیات اور نصب العین ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے سُنتِ شبیری ادا کرتے ہوئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ہے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی سیاسی قیادتوں کی باہمی رنجشوں کے سبب آج امریکہ اور یورپ براہِ راست ہمارے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں اور ''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق ہمارے سیاست دانوں کی سرگرمیاں کسی خیر کا پیغام نہیں ہیں۔ قائد محترم نے کہا اگرچہ اہلسنت کا سیاسی حوالے سے کوئی مؤثر کردار موجود نہیں لیکن اس کا یہ مطلب اخذ کرنے کی حماقت نہ کی جائے کہ ہم کبوتر کی طرح بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں گے۔ اہلسنت ہی دینی اور ملّی غیرت کے وارث ہیں اور محافظ بھی جس کا ادراک حکمرانوں کو بھی ہونا چاہیے اور حصولِ اقتدار کی کاوشوں میں سرگرداں مُلک کی سیاسی قیادت کو بھی علامہ سید ریاض حسین شاہ نے چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ اہلسنت کا کوئی دینی مدرسہ دہشت گردی میں ملوث نہیں ہے اور آج تک کسی ایک مدرسہ پر الزام تک بھی ثابت نہیں ہو سکا۔ انہوں نے کہا جو مدارس اور مساجد دہشت گردی اور ملک دشمنی کے ساتھ ساتھ ریاست کے اندر ریاست کا کردار ادا کر چکے ہیں اُن پر حکومت دہشت گردی کے مقدمے چلا رہی ہے لیکن اُن دہشت گرد عناصر کو جیلوں کی بجائے حکومتی ریسٹ ہاؤسز میں کیوں نظر بند رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محبِّ وطن عوام باشعور ہیں اب عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا سلسلہ بند ہونا چاہیے اور وطنِ عزیز کے محبِّ وطن تھنک ٹینک کو غور کرنا چاہیے کہ مدارس اور مساجد کا تقدس جن لوگوں نے پامال کیا انہیں کن بااثر لوگوں کی اشیر باد حاصل ہے۔ علامہ ریاض حسین شاہ نے کہا کہ آئندہ سال 9- مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں منعقد ہونے والی آل پاکستان سُنی کانفرنس کا اعلامیہ استحکامِ پاکستان کے لیے نئی راہیں متعین کرنے کے ساتھ ساتھ ملک دشمن عناصر کی چُولیں ہلا کر رکھ دے گا اور امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان کے ماننے والے یہ ثابت کر دیں گے کہ وہ ذاتی مفادات اور منفعت بخش عہدوں کے حصول کے لالچ سے پاک ہیں، تاہم سالمیت پاکستان کے حوالے سے وہ کسی کو کوئی سمجھوتہ کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ جماعت اہلسنت کے ہر دلعزیز سیکرٹری جنرل کے خطاب کے دوران شرکاء کنونشن پوری توجہ سے ہمہ تن گوش رہے۔

قبل ازیں صوبائی صدر علامہ قاری خالد محمود اور دیگر مہمان رہنماؤں اور علماء و مشائخ نے بھی خطاب کیا اور 9- مارچ سنی کانفرنس کا خیر مقدم کرتے ہوئے مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری علامہ مفتی محمد اقبال چشتی نے کنونشن میں شیروں کی طرح جس انداز میں اپنے خطاب کا اظہار کیا اور جماعت اہلسنت کے کارکن پر تنقید کرنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور واضح کیا کہ اہلسنت نسبت والے ہیں انہیں ڈرانا اور جُھکنا نہیں آتا۔ ان کے پرجوش خطاب نے متعدد سوالات کے جوابات بھی دے دیے۔ انہوں نے کہا کہ سُنی کانفرنس خصوصاً اہل پنجاب کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے مگر پنجاب کے غیرت مند سُنی اس کانفرنس کو تاریخ ساز بنانے کے لیے تن من دھن داؤ پر لگا دیں گے اور قیادت کا جہاں پسینہ گرے گا وہاں ہمارا خُون گرے گا۔ کنونشن میں مقررین نے پُر جوش خطاب کر کے اہلسنت کے اندر ولولہ تازہ پیدا کر دیا۔ کنونشن میں راولپنڈی ڈویژن سمیت چاروں اضلاع کے عہدیداران سے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ نے حلف لیا۔ راقم الحروف ناظم کنونشن نے بتایا کہ کم وقت میں راولپنڈی ڈویژن کی تنظیم سازی کا عمل مکمل کر لیا گیا ہے اور اس کنونشن کے بعد اضلاع اور شہروں سمیت یونین کونسلز کی سطح پر کنونشنز منعقد کیے جائیں گے اور 9- مارچ کل پاکستان سُنی کانفرنس کی میزبانی کو چیلنج سمجھ کر قبول کرتے ہیں انشاءاللہ ثابت کریں گے کہ راولپنڈی ڈویژن یارسول اللہ کہنے والوں کا ہے کنونشن میں نمازِ عصر اور نمازِ مغرب باجماعت پریس کلب کے لان میں ادا کی گئی اختتام پر ہر شرکاء کے لیے پُر تکلف ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

بس جائے کہیں اجڑا نگر دیکھتے جانا

ڈاکٹر منظور حسین اختر

جماعتِ اہلسنت کے مرکزی قائدین نے جب سے 9۔مارچ 2008ء کو راولپنڈی میں ''سنی کانفرنس'' کے انعقاد کا اعلان کیا ہے، پورے ملک کے اندر جماعت اہلسنت کے کارکنوں میں گویا بجلی کی لہر دوڑ گئی۔صوبہ پنجاب کی نئی قیادت علامہ قاری خالد محمود ڈسکوی اور شیرِ اہلسنت مفتی محمد اقبال چشتی نے صوبہ بھر کے اضلاع کی تنظیم نو کر کے جماعتِ اہلسنت کا نیٹ ورک پورے صوبہ پنجاب میں پھیلا دیا۔صوبائی ناظم اعلیٰ مفتی محمد اقبال چشتی کی کوششوں سے صوبہ پنجاب کی ہر ڈویژن میں سنی کنونشنز ہونا قرار پائے۔جس کے لئے نہایت شفقت اور مہربانی فرماتے ہوئے مرکزی قائدین پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور پیر سید ریاض حسین شاہ نے فیصل آباد، راولپنڈی، لاہور، ڈیرہ غازی خان، سرگودھا، گوجرانوالہ، ملتان اور بہاولپور میں کنونشنز کے لئے وقت اور تاریخ عطا فرما دیئے۔چنانچہ 22نومبر 2007ء کو لاہور ڈویژن کے زیرِاہتمام داتا کے شہر لاہور میں ''سنی کنونشن'' کے انعقاد کا اعلان کر دیا گیا۔لاہور ڈویژن کی قیادت کے لئے مفتی محمد اقبال چشتی کی عقابی نگاہیں پہلے ہی پروفیسر محمد عبدالعزیز نیازی اور علامہ قاری محمد فیروز خان صدیقی پر پڑ چکی تھیں اور مفتی صاحب کے فیصلے کی حقانیت اس عظیم الشان کنونشن سے عیاں تھی۔ہم اس گھڑی کو سلام پیش کرتے ہیں جس گھڑی میں لاہور ڈویژن کے لئے پروفیسر محمد عبدالعزیز نیازی، علامہ قاری محمد فیروز صدیقی اور مولانا اسلم شکوری کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔سنی کنونشن کے اعلان کے فوری بعد لاہور ڈویژن کے مختلف اضلاع میں تحریک شروع ہوگئی۔پروفیسر عبدالعزیز نیازی اور قاری فیروز صدیقی نے ہر ضلع کا دورہ کر کے کارکنوں میں نئی روح پھونک دی۔ضلع لاہور کے نومنتخب امیر شمس العلماء پیر سید شمس الدین بخاری اور نومنتخب ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم ہمدمی کی قیادت میں پیر نور الٰہی انور، قاری نذیر قادری، علامہ احمد حسین رضوی، قاری رب نواز قادری، مولانا اسلم نواز سعیدی و دیگر ضلعی عہدیداران نے سنی کنونشن کے لئے شب و روز ایک کر کے تیاری شروع کر دی۔چار رنگی خوبصورت اشتہارات، بینرز، ہینگرز، سٹیکرز، اخباری اشتہار، خبریں، پریس ریلیز اور کیبل کے ذریعے کنونشن کی دعوت گھر گھر تک پہنچا دی گئی۔جس کا انعام کنونشن میں بھرپور اجتماع کی شکل میں ملا۔لاہور ڈویژن کے مختلف اضلاع سے کارکنوں کی شرکت نے ایک عجیب سماں باندھ دیا۔لوگ قافلہ در قافلہ کنونشن میں شرکت کے لئے آ رہے تھے۔گیارہ بجے تک ہال مکمل طور پر بھر چکا تھا جبکہ حاضرین کی آمد جاری تھی۔کنونشن میں مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ شمس العلماء پیر سید شمس الدین بخاری، مفتی محمد صدیق ہزاروی، پروفیسر راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی، میاں غلام شبیر قادری، پیر ناظم حسین شاہ، محمد نواز کھرل اور لاہور ڈویژن کے ہر ضلع کے ناظمین و امراء اور کارکنان نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

ضلع لاہور کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم ہمدمی، ضلعی سینئر نائب امیر پیر نور الٰہی انور و دیگر عہدیداران نہایت محنت سے کنونشن کے نظم و نسق کے لئے پروفیسر عبدالعزیز نیازی اور قاری فیروز صدیقی کے شانہ بشانہ کام میں مصروف تھے۔حلقہ مزنگ کے کارکنوں کی ڈیوٹی ہال کے انتظامات، گیٹ پر مہمانوں کو خوش آمدید کہنے اور کنونشن کے بعد کھانا کھلانے پر لگائی گئی تھی۔آنے والے مہمانوں کو قاری فیروز صدیقی، مولانا اسلم شکوری اور قاری محمد صدیق چشتی خوش آمدید کہہ کر مناسب نشستوں پر بٹھا رہے تھے۔ضلع لاہور کے چیف آرگنائزر، استاذ القراء قاری محمد نذیر قادری نظامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔تلاوت و نعت کے بعد ضلع شیخوپورہ کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام مصطفےٰ قادری نے خطاب کیا، اس کے بعد ضلع اوکاڑہ کے امیر حاجی محمد رفیع رضا نے خطاب کیا۔دونوں حضرات نے جماعت کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے 9۔مارچ کی سنی کانفرنس میں بھرپور شرکت کا یقین دلایا۔تیسرے خطاب کے لئے سٹیج سیکرٹری صاحب نے انجمن طلباء اسلام کے سابق ناظم اور معروف مذہبی سکالر پروفیسر راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی کو دعوت دی۔آپ نے خطاب سے قبل اپنا استغاثہ رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کیا جس کا مطلع تھا:

سرکار ادھر ایک نظر دیکھتے جانا
بس جائے کہیں اجڑا نگر دیکھتے جانا

جنابِ پروفیسر راؤ ارتضیٰ صاحب نے فرمایا کہ میدان میں نکل کر جدوجہد کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔پاکستان میں قیامِ پاکستان سے قبل کے حالات جنم لے رہے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ کسی بڑے اجتماع کی شکل میں طاغوتی قوتوں کو سبق سکھایا جائے۔9۔مارچ کی سنی کانفرنس اسی سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے۔پروفیسر راؤ ارتضیٰ کے خطاب کے بعد A.T.I کے سابق رہنما، معروف صحافی اور جماعتِ اہلسنت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات جناب محمد نواز کھرل کو دعوتِ خطاب دی گئی۔آپ نے فرمایا کہ پاکستان ہمارے اسلاف خصوصاً پیر جماعت علی شاہ، پیر آف بھرچونڈی شریف، مولانا عبدالستار نیازی و دیگر علماء و مشائخ نے بنایا۔لہٰذا اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔انہوں نے کہا کہ آئندہ کے الیکشن میں ہم صرف اسی اُمیدوار کو ووٹ دیں گے جو ''یارسول اللہ'' کہنے والا ہوگا اور جو اس بات کی ضمانت دے گا

کہ وہ اسمبلیوں میں حقوق اہلسنت کی بات کرے گا۔ نواز کھرل نے کہا کہ 9۔ مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں جماعت اہلسنت بھرپور طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ محمد نواز کھرل کے پُر جوش خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری نے شمس العلماء پیر سید شمس الدین بخاری صاحب کو خطاب کے لئے درخواست کی۔ آپ نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہایت مختصر خطاب فرمایا اور کہا کہ ہم قائدین کی ہدایات کے منتظر ہیں، ضلع لاہور کے کارکن قائدین کے احکامات بجالانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے، انھوں نے جماعت اہلسنت کے کام کو اخلاص کا جامہ پہنانے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ مسلک کی ترویج کا کام عبادت ہے اور عبادت دنیاوی غرض سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لئے کی جاتی ہے اس کے بعد لاہور ڈویژن کے صدر پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی، جو کہ کنونشن کی صدارت بھی فرما رہے تھے، کو دعوت خطاب دی گئی آپ نے کہا کہ خان لیاقت علی خان کو جب کہا گیا کہ اسرائیل کو تسلیم کرو تو انھوں نے کہا تھا کہ My soul is not for sale ''میری روح (ضمیر) برائے فروخت نہیں ہے'' بلکہ میں اپنا سودا دربارِ محمدی ﷺ میں کر چکا ہوں۔ محبتِ رسول کا درس دیتے ہوئے پروفیسر نیازی نے فرمایا کہ عشقِ رسول اگر مسلمان کے سینے سے نکال دیا جائے تو یہ مرجاتا ہے۔ لہٰذا انہی کی محبت لے کر اٹھو اور پوری دنیا پر چھا جاؤ۔ پروفیسر عبدالعزیز نیازی کے خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری قاری محمد نذیر قادری نے منفرد اور حسین انداز رکھنے والے باصلاحیت قائد اور خطیب مفتی محمد اقبال چشتی ناظم صوبہ پنجاب کو دعوت خطاب دی۔ آپ نے اپنے پرجوش انداز سے سامعین میں نیا جذبہ اور نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ پنجاب کے ہر ضلع میں جماعت کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں، اور جماعت کا کام تیزی سے جاری ہے۔ غازی علم الدین شہید کا حوالہ دیتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ دین اسلام کو ضرورت پڑی تو ملک کے چپہ چپہ سے کروڑوں غازی علم الدین کے غلام سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ محبت رسول کا دامن مضبوطی سے پکڑیں اور ادھر اُدھر سے نگاہیں ہٹا کر سوئے مدینہ کر لیں، مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کی وزیر اعلیٰ سے گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے سوا جماعت کے باقی لوگ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ شاہ جی! نے سابق وزیرِ اعلیٰ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور اسے کہا کہ وزیر اعلیٰ صاحب! ہم ایک متنازعہ مولوی کے نام پر حضرت میاں میر کی مسجد کو منسوب نہ ہونے دیں گے، چنانچہ شاہ جی قبلہ کا عزم اور حوصلہ دیکھتے ہوئے وزیرِ اعلیٰ کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا اور حکم نامہ جاری کرنا پڑا کہ مسجد کو حضرت میاں میر کے علاوہ کسی سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر ہماری قیادت بکنے والی ہوتی تو وزیر اعلیٰ سے اپنے مطالبات نہ منوا سکتی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کبھی بات نہ کر سکتی۔ مفتی محمد اقبال چشتی کے پرجوش اور جواں عزم خطاب کے بعد A.T.I کے سابق رہنما میاں محمد عبدالرشید اور قاری خالد محمود نے حسبِ ترتیب مختصر خطاب کیا۔ دونوں حضرات نے کامیاب کنونشن پر قائدین و کارکنان کو مبارکباد پیش کی اور قائدین کے ہر حکم پر عمل کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری نے استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث جناب مفتی محمد صدیق ہزاروی کو دعوتِ خطاب دی۔ مفتی صاحب نے اپنے پرمعز اور منزل نواز خطاب میں فرمایا کہ وہ لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جن کو صالح قیادت میسر آ جائے، انھوں نے کہا کہ ہماری قیادت علم، تقویٰ، پرہیز گاری اور لیڈر شپ کے حوالے سے اللہ کی ایک نعمت ہے، ہم اگر ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ بنیادی چیز مشن ہے۔ مشن کے لئے منظم کوشش کا نام جماعت ہے اور افراد مل کر جماعت چلاتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ دینِ اسلام کی خدمت و ترویج کے لئے جماعت کے پلیٹ فارم سے جدوجہد کریں اور محبتِ رسول کے چراغ روشن کریں مفتی محمد صدیق ہزاروی کے خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری نے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کو حاضرین کے نعروں کی گونج میں خطاب کی درخواست پیش کی، شاہ جی قبلہ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو ہال میں سناٹا چھا گیا ہر شخص کان لگا کر نہایت توجہ کے ساتھ شاہ جی کی گفتگو سننا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میری پہلی گذارش یہ ہے کہ آپ جس سوسائٹی میں بھی رہتے ہیں وہاں اپنے آپ کو موثر بنائیں، آپ نے کہا کہ حقیقی زندگی میں قدم رکھیں، کاغذ کے پھولوں سے زینت نہیں ہو سکتی، سچے اور مخلص مسلمان کی حیثیت سے روحانی منزل کی طرف قدم بڑھائیں۔ انھوں نے کہا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں غدار مل گئے ہیں جو اسلام اور ورثہ روحانیت کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، لہٰذا ہمیں دانش مندی کے ساتھ تگ و تاز کا پرچم اٹھانا ہوگا۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ جی قبلہ نے فرمایا کہ حضور نے مسلمان کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی۔ علامہ زرقاوی کے الفاظ میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کھجور کا درخت صحرا میں لہلہا کر ماحول کو خوبصورتی عطا کرتا ہے، پھل میں مٹھاس ہوتی ہے، لوگ اس درخت سے پھل کھاتے ہیں، طبیب رَس نچوڑتے ہیں، کسان ایندھن حاصل کرتے ہیں، بلکہ اس درخت کو نقصان پہنچانے والے کیڑے بھی اس کے رزق پر پلتے ہیں، گویا حضور نے فرمایا کہ کھجور کی طرح مسلمان کا وجود انسانیت کے لئے نافع ہوتا ہے۔

خدمت خلق مسلمان کا شعار ہے، پھر ایک حسین نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ کھجور کا درخت اسی وقت تک

نافع ہوتا ہے جب تک اس کا تعلق اپنے مرکز یعنی زمین سے قائم رہتا ہے۔ لہٰذا حاضرین! آپ ایڈووکیٹ ہیں یا ڈاکٹر، تاجر ہیں یا ملازم، دولت مند ہیں یا غریب، شیخ الحدیث ہیں یا خطیب اپنا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے مضبوط کریں جب تعلق حضور ﷺ سے مضبوط ہوگا تو ہمیں کوئی پچھاڑ نہیں سکتا اور ہماری منزلیں دور نہیں ہوسکتیں۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمان کی زندگی کے تین اہم اصول ذکر، فکر اور رضا ہیں، اگر ہم اللہ کے ذکر کے ساتھ، اس کی رضامندی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے قدم اٹھائیں تو اللہ ہمارے دشمنوں کو خود ہی فنا کردے گا۔ آپ نے فرمایا کہ منصوبہ بندی اور Planning سے زندگی گذارنی چاہئے مچھر کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مچھر کی اوسط عمر 16 دن ہوتی ہے لیکن وہ ان 16 دنوں میں دوسروں کو پریشان کرکے جیتا ہے، اسی مچھر نے نمرود کو ڈھیر کیا۔ اپنے شہر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ جی! نے فرمایا کہ ایک شخص حضور والا کا گستاخ تھا ایک دن تقریر کرتے ہوئے اس کے منہ میں مچھر چلا گیا جو کہ حلق میں ایسا پھنسا کہ اس کا سانس بند ہوگیا اور وہ اسی مچھر سے ہلاک ہوگیا۔ دعوت کو موثر بنانے کا سبق دیتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ ایک لڑکا اگر مری سیر کرنے جائے تو سات آٹھ لڑکوں کو اپنے ساتھ جانے پر رضامند کر لیتا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک خطیب صرف دس آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ نہ لاسکے، لہٰذا اپنی دعوت کو موثر کریں اور 9۔ مارچ کو ہونے والی سنی کانفرنس میں شرکت کے لئے ابھی سے کوشش شروع کردیں۔

ملک کے اندرونی خلفشار اور سیاسی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ جی نے فرمایا کہ جماعتِ اہلسنت غیر سیاسی جماعت ہے اور اس کے عہدیدار سیاست میں عملی حصہ نہیں لیں گے۔ لیکن چونکہ ہم پاکستانی ہیں لہٰذا پاکستان کے مفاد کے لئے جدوجہد ہماری فطرت میں شامل ہے۔ ہم اس وطن کے شہری ہیں۔ سیاست میں عملی طور پر ہماری ترجیح جمعیت علمائے پاکستان کے اُمیدوار ہوں گے اور جس حلقے میں JUP کا اُمیدوار نہیں ہوگا وہاں یارسول اللہ کہنے والے اُمیدوار کو کامیاب کرایا جائے گا۔ شاہ جی نے اپنے کارکنوں کو پرجوش سبق دیتے ہوئے فرمایا کہ کارکنوں! مر جاؤ لیکن نظامِ مصطفٰے کے نعرہ سے باز نہ آؤ۔ انھوں نے کہا کہ ماضی میں ہونے والی سنی کانفرنسز نے قوم کو بہت کچھ دیا ہے، انھی کانفرنسوں نے ہمیں سنی سیکرٹریٹ جیسا عظیم الشان گھر عطا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ 9۔ مارچ کو سنی کانفرنس میں بھی اپنی قوم کو ایسی ہی ایک شے ہدیہ کروں گا۔ آپ نے جماعت کے کارکنوں کو زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ضلع، تحصیلوں اور حلقہ جات میں کارنر میٹنگز کرکے عوامی سطح پر "سُنّی کانفرنس" میں شرکت کا شعور اجاگر کریں۔

شاہ صاحب کے دلنواز، منزل آشنا اور مدلل خطاب کے بعد مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی مائیک پر جلوہ افروز ہوئے اور خطاب شروع فرمایا۔ آپ نے کہا کہ ہمیں مفکر اسلام حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ کی باتوں پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ اگرچہ جماعت اہلسنت سیاسی جماعت نہیں لیکن کردار سازی اور شخصیت سازی جماعت کا کام ہے، انھوں نے فرمایا کہ جماعت اہلسنت کے پاس ایسے گوہر نمایاں موجود ہیں کہ جن کے دامن پر غربت کا پیوند ضرور ہوگا لیکن دین فروشی کا داغ نظر نہیں آئے گا اور جن کی پیشانی پر نشانِ سجدہ تو ہوگا لیکن دل میں داغِ ندامت نہ ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ آئندہ انتخابات میں غیرت مند سنیوں کو ووٹ دیں اور بے غیرتوں کو ایوان میں نہ آنے دیں۔ انھوں نے کہا کہ سُنّی بیدار ہوجائیں تو انقلاب آجائے گا۔ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی صاحب نے کہا کہ ہم چراغِ سحری ہیں مگر ہمیں آپ سے امیدیں ہیں آپ اگر چاہتے ہیں کہ ملک میں صلوٰۃ وسلام کے نعرے گونجتے رہیں اور عظمتِ رسول کے پرچم بلند ہوتے رہیں تو جماعت اہلسنت کا ساتھ دیں۔

خطاب کے بعد صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا اور پھر مرکزی امیر کی دعا پر یہ منزل نواز اور چشم کشا "سُنّی کنونشن" اپنے اختتام کو پہنچا۔ لاہور ڈویژن نے مہمانوں کے لئے وسیع کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ حاضرین نے اطمینان سے کھانا تناول فرمایا، مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی اور یوں 9۔ مارچ کو ہونے والی سُنّی کانفرنس کی تیاری کا عزم لئے گھروں کو روانہ ہوئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کنونشن کے لئے مرکزی قائدین کے علاوہ صوبائی، لاہور ڈویژن اور ضلعی قائدین نے شب وروز انتھک محنت کی۔ رات کو دو، تین بجے تک سڑکوں پر اپنی نگرانی میں بینرز اور اشتہارات لگوائے، لاہور ڈویژن کے اضلاع کے دورے کئے اور یوں اس کنونشن کو کامیاب کرایا۔ پیر ناظم حسین شاہ، علامہ قاری عارف سیالوی، میاں اعجاز احمد صاحب، قاری رب نواز قادری، مولانا غلام فرید فریدی وغیرہ کا خصوصی تعاون اور بہت سے کارکنوں کی سعی اور دعائیں بھی شامل حال تھیں۔ خدا تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ قائدین جماعت اہلسنت کی عمر، علم اور عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور جماعت اہلسنت کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین۔

✿ ✿ ✿